عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۵ | ۲۱ تا ۲۸/رجب المرجب ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۶ تا ۲۳/اگست ۲۰۰۶ء | شمارہ: ۳۱

قیمت: ۱۰ روپے

مظالم سے نجات کا اسلامی وظیفہ

دعوتِ دین کے تین راہنما اصول

صدقے کے خواص و برکات

مرزا قادیانی کا اخلاقی رخ

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

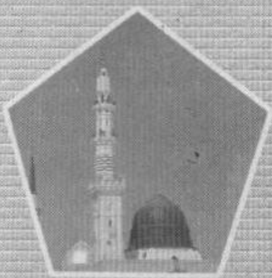

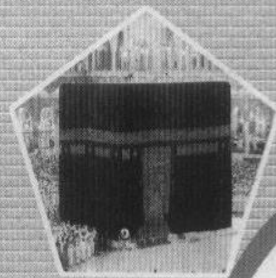

شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

آپ کے مسائل

کیا عالم ارواح کے وعدہ کی طرح آخرت میں دنیا کی باتیں بھی بھول جائیں گی؟

س:...... ایک صاحب فرماتے ہیں کہ انسان کی چار دفعہ حالت بدلے گی: (۱) دنیا میں آنے سے پہلے عالم ارواح میں اللہ سے وعدہ، (۲) عالم دنیا میں قیام، (۳) عالم قبر، (۴) عالم آخرت جنت یا دوزخ۔ مولوی صاحب! ہم کو عالم ارواح میں اپنی روح کی موجودگی کا علم اب ہوا ہے، اور جو روحوں نے اللہ سے بندگی کا وعدہ کیا اس میں ہماری روح بھی شامل تھی، لیکن ہم کو تو پتہ نہ چلا، ہمیں تو اس دنیا میں بتایا گیا کہ تم نے اللہ سے وعدہ کیا تھا، تو جس طرح عالم ارواح کا ہمیں احساس نہیں ہوا تو کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ جزا و سزا، قبر و آخرت کا ہمیں اس طرح پتہ نہ چلے جس طرح عالم ارواح میں ہمیں کچھ پتہ نہ چلا۔

ج:...... عالم ارواح کی بات تو آپ کو بھول گئی لیکن دنیا کی زندگی میں جو کچھ کیا وہ نہیں بھولے گا۔

کشف و الہام اور بشارت کیا ہے:

س:...... کشف، الہام اور بشارت میں کیا فرق ہے؟

ج:...... کشف کے معنی ہیں کسی بات یا واقعہ کا کھل جانا، الہام کے معنی ہیں دل میں کسی بات کا القا ہو جانا اور بشارت کے معنی خوشخبری کے ہیں، جیسے کوئی اچھا خواب دیکھنا۔

۲:...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کشف و الہام اور بشارت ممکن ہے۔ مگر وہ شرعاً حجت نہیں اور نہ اس کے قطعی و یقینی ہونے کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے، نہ کسی کو اس کے ماننے کی دعوت دی جاسکتی ہے۔

کشف یا الہام ہوسکتا ہے لیکن وہ حجت نہیں:

س:...... اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ مجھے کشف کے ذریعہ خدا نے حکم دیا ہے کہ فلاں شخص کے پاس جاؤ اور فلاں بات کہو، ایسے شخص کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

ج:...... غیر نبی کو کشف یا الہام ہوسکتا ہے، مگر وہ حجت نہیں، نہ اس کے ذریعہ کوئی حکم ثابت ہوسکتا ہے بلکہ اس کو شریعت کی کسوٹی پر جانچ کر دیکھا جائے گا، اگر صحیح ہو تو قبول کیا جائے گا ورنہ رد کیا جائے گا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ وہ (مدعی کشف والہام) سنت نبوی کا متبع اور شریعت کا پابند ہو۔ اگر کوئی شخص سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف چلتا ہو تو اس کا کشف والہام کا دعویٰ شیطانی مکر ہے۔

غیر مسلم والدین اور عزیزوں سے تعلقات:

س:...... میری تمام برادری غیر مسلم ہے اور میں الحمدللہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت کے نمک خواروں میں سے ہوں، حنفی مسلک کی رو سے مستند حوالہ جات سے فرمائیے کہ میرا ان لوگوں کے ساتھ ملنا جلنا، رشتہ داری، لین دین ہونا چاہئے کہ نہیں؟ عرصہ پانچ سال سے میرا اپنے دل کی آواز سے ان لوگوں سے خاص طور پر میل ملاپ قطعاً بند ہے۔ شریعت مطہرہ کی رو سے یہ بھی بتائیے کہ میرا اپنے والد کے ساتھ عمل کیسا ہونا چاہئے کہ جن کا تعلق بھی اسی کا فرطبقے سے ہے؟ وہ قطعاً میری تبلیغ کا اثر نہیں لیتے بلکہ پیٹھ پیچھے مجھے بددعائیں اور گالیاں نکالتے ہیں۔ کیا مذہبی فرق کے ناتے سے جو گالیاں یا بددعائیں مجھے پڑتی ہیں کیا ان کی بھی کوئی حیثیت ہے کہ نہیں؟

ج:...... والدین اگر غیر مسلم ہوں اور خدمت کے محتاج ہوں تو ان کی خدمت ضرور کرنی چاہئے لیکن ان سے محبت کا تعلق نہیں ہونا چاہئے۔ اسی طرح ایسے عزیز و اقارب سے بھی دوستانہ و برادرانہ تعلق جائز نہیں۔ آپ کے والدین کی بددعاؤں اور گالیوں کا آپ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا بلکہ وہ اس طرز عمل سے خود اپنے جرم میں اضافہ کرتے ہیں۔

☆☆.................☆☆

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

جلد:۲۵ شمارہ:۳۱ ۲۱تا۲۸/رجب المرجب ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۶تا۲۳/اگست ۲۰۰۶ء

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم — حضرت مولانا سید نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری
نائب مدیر اعلیٰ: مولانا محمد اکرم طوفانی
مدیر: مولانا اللہ وسایا

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

مجلس ادارت

- مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
- مولانا سعید احمد جلالپوری
- علامہ احمد میاں حمادی
- صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
- صاحبزادہ طارق محمود
- مولانا بشیر احمد
- مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
- مولانا قاضی احسان احمد

سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
قانونی مشیر: حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد میو ایڈووکیٹ
کمپوزنگ: محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

	اداریہ	۴
مظالم سے نجات کیلئے اسلامی وطیرہ	مولانا نور عالم خلیل امینی	۵
دعوتِ دین کے تین راہنما اصول	تنظیم عالم قاسمی	۱۱
مذہب اور علم کا مقدس رشتہ	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۱۵
صدقہ کے خواص و برکات	مولانا عبدالواحد	۲۰
مرزا قادیانی کا اخلاقی رخ	مولانا محمد اقبال	۲۱

زرتعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر۔
یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات،
بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر
زرتعاون اندرونِ ملک: فی شمارہ: ۷ روپے۔ ششماہی: ۱۷۵ روپے۔ سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک۔ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور
اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road.Karachi.
Ph: 2780337 Fax: 2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۴۵۸۳۴۸۶-۴۵۱۴۱۲۲ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road, Multan
Ph: 4583486-4514122 Fax: 4542277

لندن آفس:
35,Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.k.
Ph: 0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری طابع: سید شاہد حسین مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا سعید احمد جلال پوری

ہماری دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں؟

آج ہر مسلمان، عالم و جاہل، غریب و مالدار، شہری و دیہاتی اور مرد و عورت سب ہی پریشان ہیں اور سب ہی کو یہ شکایت ہے کہ ان کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں، یہ شکایت آج کی نہیں، بلکہ پہلے لوگوں کو بھی تھی، چنانچہ اسی طرح کی ایک شکایت اپنے دور کے عظیم روحانی بزرگ اور سلوک و احسان کے عظیم راہ نما حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمہ اللہ سے بھی کی گئی، تو آپ نے دعاؤں کی عدم قبولیت کے اسباب سے پردہ اٹھاتے ہوئے اس کی درج ذیل وجوہات بیان فرمائیں، لہٰذا قارئین کی خدمت میں حضرت ابراہیم ابن ادھم رحمہ اللہ سے کیا گیا سوال اور ان کا جواب پیش ہے:

”قیل لابراھیم مابالنا ندعوا فلا یستجاب لنا؟ قال: لان کم عرفتم اللّٰہ فلم تطیعوہ! وعرفتم الرسول فلم تتبعوا سنة، وعرفتم القرآن فلم تعملوا بہ، واکلتم نعم اللہ فلم تودوا شکرھا، وعرفتم الجنة فلم تطلبوھا، وعرفتم النار فلم تھربوا منھا، وعرفتم الشیطان فلم تحاربوہ، وافقتموہ، وعرفتم الموت فلم تستعدوا لہ، ودفنتم الاموات فلم تعتبروا، وترکتم عیوبکم واشتغلتم بعیوب الناس۔“ (مسک الاحباب فی الدعا المستجاب ص:۲۳،۲۴)

ترجمہ:.....”حضرت ابراہیم ابن ادھم رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا گیا: حضرت! اس کی کیا وجہ ہے کہ ہم دعائیں تو کرتے ہیں، مگر ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں؟ فرمایا: اس لئے کہ:

۱:.....تم نے اللہ تعالیٰ کی معرفت تو حاصل کرلی، مگر تم اس کی اطاعت و فرمانبرداری سے پہلو تہی کرتے ہو۔

۲:.....تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (مرتبہ و مقام) کو جانتے اور پہچانتے تو ہو، مگر تم ان کی سنتوں کی اتباع نہیں کرتے۔

۳:.....تم قرآن کریم کی عظمت کو پہچانتے ہو، مگر تم اس پر عمل نہیں کرتے۔

۴:.....تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تو کھاتے ہو، لیکن اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔

۵:.....تم نے جنت (اور اس کی رعنائیوں) سے متعلق معرفت حاصل کرلی، مگر تم اس کی طلب میں سعی نہیں کرتے۔

۶:.....تم جہنم (اور اس کی سختیوں) کو جانتے ہو، مگر اس سے بھاگنے کی کوشش نہیں کرتے۔

۷:.....تم شیطان (کی شرارتوں) کو جانتے ہو، مگر اس سے بھاگنے کی بجائے اس سے موافقت اختیار کرتے ہو۔

۸:.....تم موت کو (خوب) جانتے ہو، مگر موت اور اس کے مابعد کے لئے تیاری نہیں کرتے۔

۹:.....تم مردوں کو دفن کرتے ہو، مگر تم ان کی موت سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

۱۰:.....تم نے اپنے عیوب پر غور و فکر چھوڑ دیا اور ان سے غافل ہوکر دوسروں کے عیوب (کی تلاش) میں مشغول ہوگئے۔

گویا جن لوگوں کو اپنی دعاؤں کے قبول نہ ہونے کی شکایت ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کی دعائیں جلد از جلد قبول ہوجایا کریں، تو وہ ان چیزوں کا اہتمام رکھیں، انشاء اللہ ان کی دعائیں بہت جلد قبول ہوں گی۔

اہل اللہ اور اہل قلوب کو عام طور پر مستجاب الدعوات سمجھا جاتا ہے اور بلاشبہ وہ مستجاب الدعوات ہی ہوتے ہیں، سوال یہ ہے کہ ان کے مستجاب الدعوات ہونے کی کیا وجہ ہے؟ نعوذ باللہ! وہ اللہ تعالیٰ کے رشتہ دار نہیں ہوتے اور نہ ہی نعوذ باللہ! وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی رشوت دیتے ہیں! ہاں البتہ وہ اپنے آپ کو کامل اور مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیتے ہیں اور مذکورہ بالا تمام امور کا مکمل اہتمام کرتے ہیں، جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ بھی ان کی لاج رکھتے ہوتے ان کی دعاؤں کو رد نہیں فرماتے۔

آج بھی جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کے علاوہ حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمہ اللہ کی بیان فرمودہ کوتاہیوں سے بچنے کی کوشش کرے گا، وہ مستجاب الدعوات ہوگا، اور اسے اپنی دعاؤں کے قبول نہ ہونے کی شکایت نہیں رہے گی۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مظالم سے نجات کے لئے اسلامی وظیرہ

مولانا نور عالم خلیل امینی

اللہ پاک نے اپنی زندہ جاوید کتاب میں معجزانہ اور بلیغ اسلوب میں فرمایا ہے کہ مومنوں کی صفات میں سے یہ ہے کہ وہ اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں' بڑے بڑے گناہوں اور بدکاریوں سے بچتے ہیں' غصے کے وقت لوگوں کو معاف کردیتے ہیں' اپنے رب کی بات مانتے ہیں' نماز قائم کرتے ہیں' دین ودنیا کے معاملات میں آپس کے مشورے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھاتے ہیں' ہمارے عطا کردہ رزق میں سے خرچ کرتے ہیں اور جب ظلم وجور کا شکار ہوں تو بدلہ لیتے ہیں:

''اور جو کچھ اللہ کے یہاں ہے بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے واسطے ایمان والوں کے' جو اپنے رب پر بھروسا رکھتے ہیں اور جو لوگ کہ بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائی سے اور جب غصہ آوے تو وہ معاف کردیتے ہیں' اور جنہوں نے کہ حکم مانا اپنے رب کا اور قائم کیا نماز کو اور کام کرتے ہیں مشورے سے آپس کے اور ہمارا دیا کچھ خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ کہ جب ان پر ہووے چڑھائی تو وہ بدلہ لیتے ہیں۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)

آیت کریمہ میں ''ینتصرون'' کا لفظ آیا ہے۔ یہ لفظ انتہائی بھرپور معنی کا حامل ہے' اس کے معنی کامیابی' فوز وفلاح' غلبہ وفتح مندی' بدلہ' دوسروں کی نصرت ومدد اور حق وانصاف کی مدافعت وغیرہ ہے' لہٰذا آیت کا مطلب ہوگا کہ جب اہل ایمان کو ظلم وتعدی سے سابقہ پڑتا ہے تو وہ اس سے بھرپور انداز میں نمٹتے ہیں' کامیابی حاصل کرتے ہیں' ظالموں پر فتح پاتے ہیں' غلبہ وسربلندی حاصل کرتے ہیں' اللہ کی مدد سے ظالموں سے بدلہ لیتے ہیں' کیونکہ اللہ کی سنت ہے کہ وہ مظلوموں کی مدد کرتا ہے' ظلم وجور کا نشانہ بننے والوں کا ساتھ دیتا ہے اور فتح مندی و غلبے کے ذریعہ ان کی اشک شوئی اور خبر گیری کرتا ہے۔

یہ آیت موجودہ حالات میں مسلمانوں کے لئے بڑی بشارت کی حامل ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں ہمیں ظلم وجور کا سامنا ہے' لامحدود ظلم وتعدی کا ہمیں نشانہ بنایا جارہا ہے' پیہم اور بغیر کسی وقفے کے ہمیں جسمانی وذہنی عذاب میں مبتلا رکھا جارہا ہے' ہمیں ہر طرف سے گھیرا جارہا ہے' ہمارا پیچھا کیا جارہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ مظلومی کی یہ صورتِ حال ہمارا مقدر اور ہمارا نصیبہ ہے۔ یہ صورتِ حال ہم میں سے بہت سے لوگوں کے لئے مایوسی اور احساسِ محرومی کا باعث بنی ہوئی ہے۔ بہت سے مسلمان زبانِ حال وزبانِ قال سے یہ کہنے لگے ہیں: ''متیٰ نصر اللّٰہ'' (اللہ کی مدد کب آئے گی؟) اس کے جواب میں سنت اللہ گویا پکار پکار کر کہہ رہی ہے: ''الا ان نصر اللّٰہ قریب'' (ہاں سنو! اللہ کی مدد آیا چاہتی ہے) بلاشبہ اللہ کی سنت یہ رہی ہے کہ وہ ظلم کا لازماً ازالہ کرتا ہے' باغیوں' سرکشوں' ظلم وجور کے ناخداؤں اور غرور' تکبر وبربریت کے ''رب اعلیٰ'' (سب سے بڑا خدا) ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کو مٹاتا اور اپنے عدل وانصاف کے قانونِ محکم کے ذریعے انہیں ان کے منطقی انجام بد تک پہنچاتا رہا ہے' وہ آخرت سے پہلے دنیا ہی میں ان کی بھرپور اور کھلم کھلا رسوائی وجگ ہنسائی کا انتظام کرتا رہا ہے' اس کی سنت ڈھیل دینے کی رہی ہے' لیکن چھوڑ دینے اور بالکل طرح دینے کی نہیں رہی' لیکن ہم انسان ضعیف اور اسی خدائے عالم الغیب کے بقول عجلت پسند پیدا کئے گئے ہیں' اس لئے ہم زندگی کے تمام مسائل کے حوالے سے عجلت پسند اور جلد باز واقع ہوئے ہیں۔ ہم انتظار کرنے اور آہستہ روی کے قائل نہیں' ہم تو بس یہ چاہتے ہیں کہ ہر کام ہماری خواہش کے مطابق' ہماری چاہت کے بقدر' ہماری بے حساب تمنا کے معیار پر اور ہمارے مقرر کردہ وقت پر ضرور ہو جایا کرے' ورنہ ہماری بے تابی دیدنی ہوتی ہے۔

بہرصورت ہم اس وقت ظلم وجور کی ہر نوع کا شکار ہیں' لیکن یہی صورتِ حال ہماری فتح مندی' غلبے' بھرپور کامرانی وشادمانی کا یقینی پیام بھی ہے۔ ہم خدائے لم یزل کے دست قدرت کے طفیل ظالموں سے ضرور بدلہ لیں گے' ہم حق وعدل کے لئے ضرور کامیاب ہوں گے' کیونکہ ہم اس کے سچے نمائندے اور واحد علم بردار ہیں۔

آیت کریمہ صاف طور پر بتاتی ہے کہ اللہ پاک کا مظلوم مومنوں سے فتح مندی وغلبہ دینے کا یہ وعدہ ہے۔ آیت صرف یہی نہیں بتاتی کہ یہ حقیقت رونما ہوکر رہے گی' بلکہ وہ یہ بھی بتاتی ہے کہ مظلوم مومنوں کے لئے یہ محکم وعدہ الٰہی ہے جو بہرصورت پورا ہوکر رہتا ہے' خواہ ظالموں کو پسند ہو یا ناپسند۔ ان کے نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا' انہیں اپنے ظلم کا مزہ چکھنا ہوگا اور مظلوموں کو ان سے بدلہ دلایا جائے گا' یہ اسی دنیا میں ہوگا' اسی آسمان کے نیچے اور اسی زمین کے اوپر ہوگا اور آخرت کا عذاب تو اپنی جگہ ہے ہی' جو اس سے زیادہ شدید اور کماً و کیفاً ناقابل تصور حد تک رسوا کن اور تکلیف دہ ہوگا۔ ایک مرتبہ اور آیت کے الفاظ کو ذہن نشین کرلیجئے:

''وہ لوگ کہ جب ان پر ہووے
چڑھائی تو وہ بدلہ لیتے ہیں۔''

یعنی وہ اس آبرو کا بدلہ لیتے ہیں جو ان سے چھین لی گئی تھی' اس عزت کا بدلہ لیتے ہیں جس سے انہیں محروم کردیا گیا تھا' اس زمین کا بدلہ لیتے ہیں جو ان سے غصب کرلی گئی تھی' اس امن اور چین کا بدلہ لیتے ہیں جس کے لئے ان کو ترسایا گیا تھا' اس ظلم کا بدلہ لیتے ہیں جو ان پر ڈھایا گیا تھا' خودداری کی اس زندگی کا بدلہ لیتے ہیں جس سے ان کو تہی مایہ کردیا گیا تھا اور اس وطن کا بدلہ لیتے ہیں جس سے ان کو نکالا گیا تھا۔

لیکن اس کے لئے صرف ایک شرط ہے اور وہ ہے ''ایمان'' کی شرط جو بڑی کڑی' اہم اور کٹھن شرط ہے' کیونکہ اس شرط پر پورا اترنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ اس کو دعوے' ریاکاری' سینہ زوری' فخر و مباہات کے سرمایوں' قوت بازو' دھوکا دہی' حیلہ سازی' بہانہ بازی' ظاہر کی تابناکی اور باطن کی تیرگی کے ساتھ حاصل نہیں کیا جاسکتا' حقیقت یہ ہے کہ ایمان کا واقعی وجود ہی ایک انسان کے ہر درد کی شافی دوا اور ہر مسئلے کا مکمل اور کافی حل ہے' ایمان سے بڑا مسیحا اس دنیا میں کوئی نہیں' اس سے بڑا سہارا اور ہر مشکل کے بھنور کا مضبوط کنارا دنیا میں دستیاب نہیں' اس اکسیر کے بعد کسی فارمولے کی ضرورت نہیں اور اس ''ماسٹر کی'' (شاہ کلید) کے بعد کسی کلید کی کوئی حیثیت نہیں' اس کے ہوتے ہوئے انسان کو کسی ہتھیار کی ضرورت نہیں' وہ زندگی کے ہر معرکے میں بے تیغ لڑ کر اس کو مکمل طور پر سر کرسکتا ہے۔ اس کے بغیر انسان کائنات کی ایک کٹی ہوئی پتنگ ہے' ہر سہارے کے باوجود بے سہارا ہے' ہر شفقت کے باوجود حالات کی ستم ظریفی اور حوادث زمانہ کی تیز دھوپ کا نشانہ ہے۔

آیت میں جو بشارت ہے' وہ محض نام کے مسلمانوں اور صرف مردم شماری کے فارم پر عبدالعزیز اور عبدالوکیل درج شدہ ان لوگوں کے لئے نہیں' جو اپنے عمل و کردار میں فرعون' ہامان' نمرود' ہٹلر' چنگیز خان' ہلاکو خان' ابوجہل' ابولہب اور جو اپنے خدا بیزار کرتوتوں کے ذریعے شیطان کو شرمندہ کردینے والے انسان ہوں۔

آیت میں غلبہ و فتح مندی کا الٰہی وعدہ ایمان رکھنے والوں کیلئے ہے' ایمان کے تقاضوں پر عمل کرنے والوں کیلئے ہے' فواحش و معاصی سے گریزاں رہنے والوں کیلئے ہے' اقامت صلوٰۃ کرنے والوں کیلئے ہے' تمام اوامر و نواہی میں اپنے رب کی ماننے والوں' غصہ کو پی جانے والوں اور لوگوں کو ممکن حد تک معاف کردینے والوں کیلئے ہے' اللہ پر توکل کرنے والوں کیلئے ہے' جو یقین رکھتے ہیں کہ نصرت و ہزیمت' عزت و ذلت صرف اسی رب ذوالجلال کے ہاتھ میں ہے' نیز یہ وعدہ ان لوگوں کیلئے ہے جو دشمنان خدا و رسول کا پیچھا کرنے کے حوالے سے خدائے بے نیاز کا حکم ضرور مانتے ہیں' وہ کسی تکلیف اور بے آرامی کی وجہ سے دشمنوں کا پیچھا کرنا نہیں چھوڑتے اور آرام و راحت کی طلب میں کسی چانس اور صحیح موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے' وہ پیچھا کرنے کی راہ میں تلووں میں چبھے ہوئے کسی کانٹے کو نکالنے کی بھی فکر نہیں کرتے' کیونکہ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ کانٹا صرف انہی کے تلووں میں نہیں چبھا اور یہ بے آرامی صرف انہی کے حصے میں نہیں آئی' بلکہ باغیان خدا اور عاصیان رب دو جہاں کے تلوے بھی اسی طرح کے کانٹوں اور ان کے جسم و ذہن بھی اسی طرح کی بے آرامی اور فکر مندی سے دوچار ہیں' لیکن وہ سرمایہ ایمان سے تہی مایہ ہونے کے باوجود اور اللہ کے کسی ثواب کی امید سے یکسر محرومی کے باوصف اگر ایک لمحے کیلئے بھی مومنوں کا پیچھا کرنے سے غافل رہنے اور اس میں توقف کرنے یا سانس لینے کے قائل نہیں' تو بھلا اہل ایمان سے ذرا بھی وقفۂ استراحت کی گنجائش کیونکر ہوسکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور ہمت نہ ہارو ان کا پیچھا
کرنے سے۔ اگر تم بے آرام ہوتے ہو تو
وہ بھی بے آرام ہوتے ہیں جس طرح تم
ہوتے ہو اور تم کو اللہ سے امید ہے جو ان کو
نہیں۔'' (ترجمہ شیخ الہند)

واقعی کتنی سچی اور عبرت انگیز بات ہے کہ صلیبی و صیہونی اور طرح طرح کے صنم پرستان جہاں' اپنے کفرو شرک' خدا بیزاری' رب کریم کی رحمت سے مایوسی' اس کے ثواب کے لالچ سے یکسر محرومی کے باوجود رب رحمٰن سے لو لگانے والے اہل ایمان کی مسلسل مزاحمت اور ان کو حرف غلط کی طرح مٹانے کے عمل میں کسی لمحہ ہار ماننے کو تیار نہیں' تو بھلا اہل ایمان کے لئے یہ کب روا ہے کہ وہ ان کی مزاحمت اور ان کی گھات میں لگے رہنے سے مات کھائیں۔ ان کے لئے دشمنان دین اور

باعیانِ ربِّ عظیم کی محاذ آرائی سے منہ موڑنے کا کوئی جواز نہیں، جب کہ ہمارے مولیٰ نے اہل ایمان کے لئے دنیا میں سربلندی و فتح مندی اور آخرت کی زندگی میں آسمان وزمین کی وسعت رکھنے والی جنت کی ان گنت نعمتوں کا وعدہ کیا ہے، لہٰذا اس کے ثواب کی امید کے ساتھ کسل مندی کا کوئی معنی نہیں، اس کے وعدے پر یقین کے ساتھ کمزوری دکھانے کی کوئی گنجائش نہیں اور دنیا میں استقرار و استحکام بخشنے اور آخرت میں سرخروئی سے نوازنے کی دونوں بھرپور بھلائیوں کی ترغیب پیہم کے بعد اللہ کی ناراضگی کا مکمل استحقاق رکھنے والے گم کردہ راہ کے مقابلے سے جی چرانا چہ معنی دارد؟

ہم بعض مرتبہ اللہ کی نشانیوں پر غور کرنے، قرآن میں ذکر کردہ اس کی عبرت انگیز سچی داستان ہائے اقوام و ملل کو پڑھنے، تاریخ کے اشارات کو سمجھنے، الٰہی وعدوں اور وعیدوں کو احاطۂ فکر و عمل میں لانے اور مجاہدین و محسنین پر کئے گئے اس کے انعامات کو مستحضر رکھنے سے غافل رہتے ہیں، ہماری تاریخ بتاتی ہے کہ اللہ پاک مجاہدین کی نصرت رعب کے ذریعے کرتا رہا ہے، تائیدِ غیبی سے انہیں تقویت دیتا رہا ہے اور کائنات کی ہر چیز میں پوشیدہ اپنے سپاہیوں کے ذریعے ان کی مدد کرتا رہا ہے۔ کائنات کی ہر شے اس کا سپاہی ہے، خاموش ہو یا گویا، جامد ہو یا بڑھنے والی، زندہ ہو یا مردہ، چھوٹی ہو یا بڑی، معمولی ہو یا غیرمعمولی۔

ہاتھیوں والے ابرہہ اور اس کے فوجیوں کو اس خدائے ذوالجلال نے آخرکار پرندوں کی کنکریوں اور پتھروں کی بارش سے جس طرح تباہ کردیا تھا، رہتی دنیا تک کیلئے اس نے اس واقعہ کو وحی متلو کی شکل میں زندہ و پائندہ کردیا تاکہ دنیا والے ہمیشہ اس واقعہ سے عبرت حاصل کرتے رہیں اور اگر توفیق ہو تو اس کے کھلے اور چھپے سپاہیوں سے خوف کھاتے رہیں۔

آئیے ہمارے ساتھ آپ بھی اس چھوٹی سی سورۃ کی تلاوت کیجئے اور اپنے ایمان کو تازہ، یقین کو صیقل اور رب کی بے حساب قدرت کا کچھ اندازہ کیجئے:

”کیا تو نے نہ دیکھا کیا کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ، کیا نہیں کردیا ان کا داؤ غلط اور بھیجے ان پر اڑتے جانور ٹکڑیاں ٹکڑیاں، پھینکتے تھے ان پر پتھریاں کنکر کی، پھر کر ڈالا ان کو جیسے بھس کھایا ہوا“ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

اصحاب الفیل کا قصہ ذہن میں تازہ کرلیجئے، حبشہ کی طرف سے یمن میں ایک حاکم ”ابرہہ“ نام کا تھا، اس نے دیکھا کہ سارے عرب کعبہ کا حج کرتے ہیں، تو اس کے سینے میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی کہ عرب والوں کو یہ سعادت کیوں حاصل ہے؟ کہ لوگ اس خطے میں ساری دنیا سے کھنچے چلے آتے ہیں، ایسا ہم عیسائیوں کیلئے کیوں نہیں؟ اس نے چاہا کہ لوگ کعبہ کو چھوڑ کر ہمارے پاس جمع ہوا کریں، اس کی تدبیر اس کے ذہن میں یہ آئی کہ اپنے مذہب عیسائیت کے نام پر ایک عالی شان گرجا بنایا جائے، جس میں ہر طرح کے تکلفات اور راحت و دلکشی کے سامان ہوں، اس طرح لوگ اصلی اور سادہ کعبہ کو چھوڑ کر اس مکلف اور مرصع گرجا کی طرف آنے لگیں گے اور ان سے مکہ کا حج چھوٹ جائے گا، چنانچہ اس نے صنعاء میں جو یمن کا دارالحکومت ہے، اپنے منصوبے کی بنیاد رکھی اور خوب دل کھول کر روپے خرچ کئے، اس پر بھی لوگ ادھر متوجہ نہ ہوئے۔ عربوں کو خصوصاً قریش کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ سخت ناراض ہوئے، کسی نے غصے میں آکر وہاں پاخانہ کردیا، ابرہہ سیخ پا ہوگیا، اس نے جھنجھلا کر کعبہ شریف پر فوج کشی کردی، بہت سا لشکر اور ہاتھی لے کر اس ارادے سے چلا کہ کعبہ کو منہدم کردے۔

اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب قریش کے سردار اور کعبہ کے متولی اعظم تھے۔ ان کو ابرہہ کے اس ارادے کی خبر ہوئی، تو اہل مکہ سے فرمایا کہ لوگو! اپنا بچاؤ کرلو، کعبہ جس کا گھر ہے، وہ خود اس کو بچالے گا۔

ابرہہ نے راستہ صاف دیکھ کر یقین کرلیا کہ کعبہ کا منہدم کردینا کوئی مشکل کام نہیں، کیونکہ ادھر سے کوئی مقابلہ کرنے والا نہ تھا۔ جب وہ وادی محسر جو مکہ کے قریب ایک جگہ ہے، میں پہنچا تو سمندر کی طرف سے سبز اور زرد رنگ کے چھوٹے چھوٹے جانوروں کی ٹکڑیاں آتی نظر آئیں۔ ان میں سے ہر ایک جانور کی چونچ اور پنجوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں۔ ان عجیب و غریب پرندوں کے غول کے غول لشکر پر کنکریاں برسانے لگے۔ خدا کی قدرت سے وہ کنکریاں بندوق کی گولی سے زیادہ کام کرتی تھیں، جس کے لگتیں، ایک طرف سے گھس کر دوسری طرف سے نکل جاتیں اور ایک عجیب طرح کا سمی مادہ چھوڑ جاتی تھیں، بہت سے تو اپنی جگہ ہلاک ہوگئے، جو بھاگے وہ دوسری بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر مرے۔ (تلخیص از تفسیر عثمانی)

اصحاب الفیل کو بے جان کنکر اور غیر ذی عقل چھوٹے چھوٹے پرندوں کے ذریعے ہلاک کردینے والا رب ذوالجلال آج بھی وقت کے بڑے سے بڑے ”اصحاب الفیل“، ہیبت ناک ہتھیاروں، تباہ کن اسلحوں اور ان کے ظلم و جور کے سائے میں پروردہ تن و توش والی عیش پرست اور بدکردار و غرور پرور لاتعداد فوجوں کو کائنات کی کسی بھی چیز کو حرکت میں لاکر تباہ کرنے پر اسی طرح قادر ہے جیسے ازل سے تھا اور ابد تک رہے گا۔

بلاشبہ ہمیں وقت کے اصحاب الفیل کے ہاتھوں اس وقت ایسی تکلیف اور بے آرامی کا سامنا ہے جو عہد ماقبل جدید سائنس و ٹیکنالوجی میں شیطان

اوراس کے انتہائی وفادار چیلوں کوانسان پرآزمانے کی کبھی نہ سوجھی تھی۔ یہ انواع و اقسام کی ایسی ایسی تکلیفیں اور بے آرامیاں ہیں جو زمانہ قدیم میں دشمنان خدا کے کبھی وہم وگمان میں بھی نہ آئی تھیں کہ وہ انہیں حق وانصاف کے علمبرداروں کو پہنچاتے۔

اس موقع پر قارئین مختلف خطوں میں قید مسلمان بوڑھوں‘ بچوں اور نوجوانوں پر کئے جانے والے ان ماورائے عدالت‘ رونگٹے کھڑے کردینے والے انسانیت سوز مظالم کوتصور میں لائیں‘ جن کی کچھ جھلکیاں عصر حاضر کے ترقی یافتہ ذرائع ابلاغ نے بار بار دکھائی ہیں‘ وہ جھلکیاں جنہیں دیکھ کرکوئی زندہ ضمیر کا انسان اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا اور مسلمان تو کیا؟ غیر مسلم بھی آب دیدہ ہوگئے۔ اخبارات‘ رسائل‘ ٹیلی ویژن اور ریڈیو میں ان مظالم کی خبریں اور کچھ تصویریں گزشتہ دنوں بار بار نشر ہوتی رہیں۔ انٹرنیٹ پر بھی ان کی تفصیلات آتی رہیں۔ انہیں جان کر انسانوں کا کلیجہ شق ہونے لگا‘ ان انسانوں کا کلیجہ جن کے سینے میں گوشت کا دل ہے نہ کہ پتھر کا‘ جب کہ پتھر بھی بعض دفعہ پسیج جاتے ہیں اوران سے پانی بہہ نکلتا ہے۔

یہ صلیبی وصہیونی باغیانِ خدا جنہیں روشن خیالی‘ تہذیب وتمدن اور ترقی کا دعویٰ ہے‘ جو عدل وانصاف کا نعرہ لگاتے نہیں تھکتے‘ جو مساوات کی جے جے کار سے دنیا والوں کی نیندیں اڑائے دے رہے ہیں‘ جو انسانی حقوق کی روز روز نئی نئی تنظیمیں قائم کررہے ہیں‘ جو دہشت گردی کے خلاف نہ ختم ہونے والی جنگ چھیڑے ہوئے ہیں‘ کوئی ان سے پوچھے کہ دہشت گردی کوختم کرنے کے نام پر ان کی اپنی دہشت گردی کا کوئی جواز ہے؟ جو دنیا کی ہر تعریف اور دنیا والوں کی ہر تشریح کے مطابق ہر قسم کی دہشت گردی سے بڑھی ہوئی ہے۔ وہ ہمارے گھر میں گھس کر ہر جگہ‘ ہمارے ملک کے چپے چپے پر بزور بازو قبضہ کررہے ہیں‘ ان کی دہشت گردی کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہے‘ اخبارات‘ ریڈیو ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کی خبریں گواہ ہیں کہ مسلمانوں کے گھروں کی تلاشی کے بہانے جوانوں کو طرح طرح کی اذیتیں دی جارہی ہیں‘ جب کہ عورتوں کی عزت وحرمت کو پامال کیا جارہا ہے۔ برطانیہ کے ایک اخبار نے ایک ہلچل مچادینے والی خبر شائع کی تھی کہ ایک یورپی خاتون رپورٹر نے ان برطانوی فوجیوں کی تصویریں اتاریں جس میں صاف دیکھا جاسکتا تھا کہ صلیبی فوجی مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں دے رہے ہیں اوراجتماعی طور پر ان کے ساتھ بدفعلی کررہے ہیں تاکہ ان کی غیرت کو آخری حد تک چیلنج کیا جاسکے۔

کیا صلیبی وصہیونی باغیانِ خدا یہ سمجھتے ہیں کہ رب کائنات نے نعوذباللہ! اپنی قدرت کاملہ سے دست برداری اختیار کرلی ہے یا وہ ان کو اپنی گرفت میں لانے سے عاجز ہوگیا ہے یا ان کی نام نہاد سائنسی ترقی اور برق و بخارات پر ان کے ذراسے کنٹرول سے وہ خدائے لم یزل مبہوت اور مرعوب ہوگیا ہے‘ کیونکہ اس کی کبریائی کوچیلنج کرنے والے لوگ پیدا ہوگئے ہیں؟ ان کو یادرکھنا ہوگا کہ دنیا کے ہر فرعون وہامان کا ایک ہی یقینی انجام بد ہے‘ دنیا میں تباہی ورسوائی اور آخرت کا ابدی عذاب الیم‘ لیکن اس کے یہاں پکڑ کا اپنا قانون اور وقت مقرر ہے‘ جو اس کے علم میں ہے‘ وہ ہم انسانوں کی طرح جلد باز یا نعوذباللہ! جذبات سے مغلوب نہیں کہ وہ فوری اور بہ جلد انتقامی کارروائی کربیٹھے‘ لیکن اس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں‘ وہ اندھیرے کے تمام پجاریوں کو آج نہیں تو کل عدل وانصاف کی روشنی میں رسوا کرکے چھوڑے گا۔

آیئے ایک بار پھر یہ سبق یاد کریں‘ اس طرح کہ کبھی فراموش نہ ہو کہ اگر ہم مسلمان بے آرامی اور تکلیف سے دوچار ہیں تو یہ بھانت بھانت کے دشمنان خدا ورسولؐ اور باغیان الٰہ کوبھی بے آرامی وتکلیف سے کسی طرح مفر نہیں‘ وہ ہرقسم کی بے آرامیوں سے ہر جگہ دوچار ہیں‘ تکلیف واذیت کی ہر نوع ان کا ہر موقع پر پیچھا کررہی ہے۔ کوئی تقریب ایسی نہیں جس میں انہیں اس اذیت کا سامنا نہ ہو: خوف‘ دہشت‘ گھبراہٹ‘ بدامنی‘ عدم استحکام‘ جانوں کا خسارہ‘ جب کہ وہ اللہ کے ارشاد کے مطابق روئے زمین پر زندگی کے سب سے زیادہ دلدادہ ہیں:

”تو ان کو سب لوگوں سے زیادہ زندگی کا حریص دیکھے گا“ (البقرہ:۹۶)

نیز مالوں اور بے شمار سامان جنگ کا خسارہ‘ معاشی خسارہ‘ جب کہ ان کے نزدیک معاشی ترقی و استحکام ہی سب کچھ ہے‘ وہ ہمہ وقت اس کے لئے ادھیڑ بن میں لگے رہتے ہیں‘ اسی کیلئے ان کی ساری تگ ودو ہے‘ اسی کیلئے وہ زندہ ہیں‘ اس کے ذریعے زندہ ہیں‘ بلکہ وہ دولت کے پجاری ہیں‘ مال وثروت ہی ان کا خود تراشیدہ معبود ہے‘ وہ ہر لہجے‘ ہر زبان‘ ہر اسلوب میں اسی کا کلمہ پڑھتے اور اسی کی تقدیس بیان کرتے ہیں۔

کیا انہیں چیچنیا میں بے آرامی کا شکار نہیں ہونا پڑا؟ اور ہنوز وہ اس کے شکار نہیں ہیں؟ کیا انہیں مقدس و مبارک سرزمین فلسطین میں ہر طرح کی بے آرامی اور اذیت کا روز اوّل سے سامنا نہیں؟ اور ہنوز ہے اور انشاء اللہ اس وقت تک رہے گا جب تک وہ تمام تر ذلت و رسوائی کے ساتھ وہاں سے چلے نہیں جاتے۔ کیا فلسطینی بچوں اور جوانوں کے ہاتھوں میں خاموش کنکر و پتھر گویا ہوکر زمانے اور تاریخ کے کانوں میں نہیں گونجے اور گونج رہے ہیں‘ جنہوں نے تاریخ اسلام میں عظیم اور معجزانہ باب رقم کرنے والوں کا اتنا ساتھ دیا ہے جتنا باغیان خدا کے جدید ترین ہتھیاروں نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ کیا ان

کنکروں اور پتھروں نے ان کی نیندیں حرام نہیں کر دیں؟ کیا ان کی اقتصادیات پر اس سے بدترین اثرات مرتب نہیں ہو رہے؟ کیا ان کے لاتعداد فوجی اپنی ڈیوٹیوں سے نہیں بھاگ رہے؟ کیا صہیونیوں کی بڑی تعداد فلسطین سے دوسرے ممالک میں جا بسنے کی نہیں سوچ رہی؟ کیا ان باغیانِ خدا کو اپنے گھروں اپنے وطنوں اپنے ملکوں اپنے گھونسلوں اپنے بدکارانہ ٹھکانوں میں بے آرامی کا سامنا نہیں؟ کیا انہیں ہر اس کشتی کے ڈوب جانے کا خطرہ ہر وقت نہیں ستاتا رہتا جس پر وہ سوار ہوتے ہیں؟ کیا انہیں ہر اس محل کے زمین بوس ہوجانے کا دھڑکا نہیں لگا رہتا جس میں وہ گناہ کے نت نئے طریقے ایجاد کر کے خدا کی غیرت کو چیلنج کرتے ہیں؟ کیا جدید ترین ٹیکنالوجی کی روشنی میں مضبوط سے مضبوط اور محفوظ سے محفوظ بنائے گئے برجوں اور تجارتی معاشی اور معاصی کے سینٹروں میں غیر محفوظ رہنے کا انجانا لیکن یقینی سا ڈر ہر وقت اور ہر سمت سے نیچے سے اوپر سے دائیں سے بائیں سے انہیں نہیں ستاتا؟ خوف و ہراس کا کون سا بھوت ہے جو انہیں اپنے محلات کے صحرائے اجاڑ اور اپنے عشرت کدوں کی پرفضا بالکونیوں میں نہیں ڈراتا؟ ارواحِ شریرہ کی وہ کون سی قسم ہے جو انہیں وسوسہ ہائے روز و شب کا شکار نہیں بنائے رکھتی؟ اسلامی ممالک پر آتش و آہن کی بے پناہ بارشیں صحیح معنی میں وسیع تر تباہی کے ہتھیاروں سے یورشیں پہاڑیوں سے سر ٹکرانے کی بے نتیجہ کاوشیں عرب کے ریگستانوں کی ریت پر نامعلوم معشوقوں کے ناموں کی نگارش کی مسلسل مشقیں یہ سرزمینِ فلسطین پر صہیونی شیریں کیلئے کوہ کنی کی نامراد پیہم کوششیں یہ سب کیا ہے؟ فقط خوف کے قوی ہیکل بھوت سے گلوخلاصی کی تدبیر کی مختلف شکلیں۔

الغرض بے آرامی اور تکلیف میں ہم اور وہ اگرچہ بظاہر برابر ہیں حالانکہ برابر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا؟ کیوں کہ اگر کما نہ سہی تو کیفاً ان کی بے آرامی اور احساس اذیت ہم سے کہیں بڑھا ہوا ہے جیسا کہ ابھی اشارہ کیا گیا لیکن ان کی اس بے آرامی کا منشاء ان کا خدا کے ساتھ کفر اللہ پاک کی ذات پر عدم اعتماد اس کی رحمت سے ناامیدی اور اس کی مغفرت و نصرت کی عدم توقع ہے اور یہ کہ ان کا اس وسیع تر کائنات میں نہ کوئی یار و مددگار ہے نہ والی و کارساز جبکہ خدائے واحد ہمارا حامی و مددگار اور کفیل و کارساز ہے:

''یہ اس لئے کہ اللہ رفیق ہے ان کا جو ایمان لائے اور یہ کہ جو کافر ہیں ان کا کوئی رفیق نہیں۔'' (سورۂ محمد:۱۱)

لیکن ہمارے اور باغیانِ خدا کے درمیان ایک بنیادی فرق ہے کہ ہمیں رب کریم سے جس عزت و سربلندی و فتح مندی اور دنیا و آخرت کی سعادت مندی کی توقع ہے وہ انہیں ہرگز نہیں اس لئے ان کو رگیدنے اور کتوں کی طرح انہیں دوڑانے کے حوالے سے ہمیں کوئی سستی نہیں دکھانی چاہئے اور انشاء اللہ! وفا شعار و مخلص مسلمان ان دشمنانِ خدا کو رگیدنے کے حوالے سے اللہ پاک کے حکم کی تابعداری میں کوئی سستی نہ دکھائیں گے کیونکہ اس حکم کی پیروی میں ہماری عزت و افتخار کا راز پوشیدہ ہے۔ ہاں بزدل خیانت صفت شکست خوردگی کا ذہن رکھنے والے وہ لوگ اس حکم کو ماننے میں بلاشبہ پس و پیش سے کام لیں گے جن کیلئے راہ راست پر چلنا انتہائی دشوار ہوتا ہے جو عزت و وطن کا سودا کرنے کو تیار بیٹھے ہیں جو خنزیروں اور بندروں کے برادران کے ہاتھوں مقدس سرزمین کو بیچ دینے میں تردد نہیں کرتے جو بیچ راستے سے لوٹ آنے والے قبلہ کی سمت کو تبدیل کرتے رہنے والے ہیں جو ہر سائے سے ڈرتے ہیں ہر آواز سے دہشت زدہ رہتے ہیں ہر آہٹ سے گھبراتے ہیں جو مسلمانوں کو ہمیشہ یہ کہتے رہتے ہیں:

''کافروں نے تمہارے مقابلے کے لئے سامان جمع کیا ہے سو تم ان سے ڈرو۔'' (آل عمران:۱۷۳)

ہاں پکے سچے مسلمان دشمنانِ خدا و رسول کو رگیدنے میں کبھی کاہلی نہ دکھائیں گے خواہ اس کی جو بھی قیمت انہیں چکانی پڑے کیونکہ وہ اس حکم خداوندی پر بھی مکمل طور پر عمل پیرا رہتے ہیں:

''اور تیار کرو ان سے لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کرسکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک پڑے تمہاری اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر۔'' (الانفال:۶۰)

مخلص مسلمان ہمیشہ اس مقدور بھر طاقت اور سامان کی تیاری میں لگے رہتے ہیں یا اس کی خواہش اور تڑپ سے سرشار رہتے ہیں اور راہ کی رکاوٹوں کی پروا نہیں کرتے جو مکر و فریب کے فن کے ماہر دشمنانِ خدا ان کی راہ میں کھڑی کرتے ہیں کیونکہ وہ آنکھوں میں دھول جھونکنے اور حق و باطل میں التباس پیدا کرنے میں طاق ہوتے ہیں۔

دشمنوں پر دھاک بٹھانا اور انہیں دہشت زدہ رکھنا گویا اللہ پاک کے نزدیک کار ثواب ہے اس لئے دھاک بٹھانے کا عمل ان دشمنوں کو بہت کھلتا ہے ان کو دہشت زدہ رکھنا احقاقِ حق ابطالِ باطل اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ضروری شرط ہے اس سے دشمنوں کو یہ بھی یقین ہوتا رہتا ہے کہ جنگ جیتنے کے ظاہری سامان کی تیاری کا ڈھنگ مسلمانوں کو بھی آتا ہے اور وہ اس سے غافل بھی نہیں ورنہ فتح مندی و کامرانی ایک ربانی صنعت الٰہی کاریگری خدائی احسان ہے اسے محض بزور طاقت علمی ترقی سائنسی برتری اور تہذیبی

فوقیت کے ذریعہ حاصل نہیں کیا جاسکتا' جو الحاد کی دین ہو' جسے سرکشی نے غذا دی ہو' جسے ظلم و جارحیت کی کھاد اور احساس تکبر و غرور کے پانی سے سینچ کر تناور درخت بنایا گیا ہو' اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہ فرمایا ہے کہ فتح مندی و نصرت صرف اس کے طفیل سے حاصل ہوتی ہے' مثلاً:

"مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور
وہی ہے زبردست رحم والا۔" (الروم:۵)

"اور مدد ہے صرف اللہ ہی کی طرف
سے جو کہ زبردست حکمت والا ہے۔"

"اور اللہ زور دیتا ہے اپنی مدد کی
جس کو چاہے۔" (آل عمران:۱۳)

یہ حقیقت ہے کہ اللہ پر ایمان رکھنے والے اس کے سچے بندوں کے لئے خدا کی رحمت نہ تو موخر ہوتی ہے' نہ لغزش کھاتی ہے' نہ چوکتی ہے' بشرطیکہ وہ اپنے رب کے بتائے ہوئے اصول پر کاربند رہیں اور یہ یقین رکھیں کہ موت ہر اس مومن جانباز سے بے پناہ ڈرتی ہے جو خود موت سے نہیں ڈرتا اور ہر اس منافق' بزدل' پس و پیش کا سرمایہ رکھنے والے کو ہراساں کرتی ہے جو موت سے لرزاں و ترساں رہتا ہے اور اس سے بچنے کی ہر ممکن تدبیر میں لگا رہتا ہے اور ہر اس سوراخ کو بند کرتا رہتا ہے جس سے موت کی آمد کا اس کو خدشہ ہوتا ہے۔

ہاں اللہ کی مدد اس کمزوری دکھانے والے کو حاصل نہیں ہوسکتی' جو باغیانِ خدا کو رگیدنے سے جی چراتا ہے' جو طرح طرح کے بہانوں سے خطرات کی جگہوں سے اپنے کو بچاتا ہے' جو قدرت الٰہی کا سہارا لیتا ہے' جو حقیقت پسندی' مرحلہ واریت' ٹیکنیک' ہوا کا رخ پہچانے' حالات کی نزاکت کو سمجھنے حالات کے تیر کے سامنے جھکنے اور کمزوری و ناتوانی اور دبائے ہوئے ہونے کی مجبوریوں کے حصول میں شیر بنے رہنے کا راگ الاپتا رہتا ہے۔

"لا تھنوا فی ابتغاء القوم" والی آیت نے کسی بہانہ باز کے لئے کوئی عذر نہیں چھوڑا ہے اور کسی حیلہ جو کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی ہے' لہٰذا سچے مسلمانوں کو ہر جگہ' ہر زمانے' ہر موقع' ہر موسم میں دشمنانِ خدا کو رگیدنے کا عمل کرتے رہنا ہے' اس لئے کہ حق و باطل کی آمیزش تو قیامت تک جاری رہے گی اور یہ آمیزش مسلمانوں سے متقاضی رہے گی کہ وہ رگیدنے اور مزاحمت کرنے کا عمل جاری رکھیں۔ حق کی سرپرستی کرنے والی جماعت کے لئے بڑے ننگ و عار کی بات ہوگی کہ وہ دشمنوں کو رگیدنے کے عمل میں کسل مندی کو راہ دیں' جب کہ دشمنانِ خدا تمام زخموں' خساروں اور مال و جان کے بے طرح نقصانات کے باوجود چین سے نہیں بیٹھتے اور ہماری گھات میں لگے رہتے ہیں۔

مسلمانوں کو اللہ پاک کا قطعی حکم ہے کہ وہ جسم و جان' مال و عزت کے تمام خساروں کے باوجود باغیانِ خدا کے مقابلے سے نہ بھاگیں۔ یہ خسارے ہر نوع کے ہوں گے' دل گداز اور جگر خراش ہوں گے' رونگٹے کھڑے کردینے والے ہوں گے۔ آج دنیا کے کونے کونے میں اسلام پسند نوجوانوں اور دین کے علمبرداروں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے' ان حالات میں صرف وہی سچے ایمان کی پونجی رکھنے والے سعادت مند ثابت قدم رہ سکتے ہیں' جو اللہ کی محبت کو دنیا کی ہر شے کی محبت پر واقعتاً مقدم رکھتے ہوں اور "صبراً یا آل یاسر! ان موعدکم الجنة" (یاسر کے اہل خاندان! صبر سے کام لو' تمہارے لئے جنت یقینی ہے) کو ہر وقت مستحضر رکھتے ہوں' ورنہ انسانیت سوز مظالم کے ان بھیانک مناظر کو دیکھنے یا ان کا شکار ہونے کے بعد اکثر لوگ جی ہار جاتے ہیں اور ان کا وہ رویہ ہوتا ہے جو غالب نے ذیل کے شعر میں اپنے جفا پیشہ محبوب کے مسلسل اور بری طرح بے وفائی کے رویوں کو برتنے کے بعد کہا ہے:

وفا کیسی' کہاں کا عشق' جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

بلکہ سچے مومن بندے نہ صرف سارے مادی اسباب' بلکہ جانِ عزیز کو راہِ خدا میں نچھاور کرکے یہ کہتے ہیں:

جان دی' دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کیونکہ جان گنوا کر وہ زندگی دوام پالیتے ہیں اور محبت الٰہی کا کچھ لطف اٹھانے کا موقع انہیں مل جاتا ہے' کیونکہ بقول مفتی صدرالدین آزردہ:

اے دل! تمام نفع ہے سودائے عشق میں
اک جان کا زیاں ہے' سو ایسا زیاں نہیں

الٰہی! اپنے دشمنوں کو رگیدنے' دنیا کے ہر کونے میں انہیں کھدیڑنے اور کتوں کی طرح مار بھگانے کی راہ پر ہمیں ثابت قدم رکھ' ہمیں آخری فتح تک جمائے رکھ' تاآنکہ تیرا کلمہ سربلند ہو' عدل و انصاف کا بول بالا ہو' حق کا سر اونچا ہو' ظلم اور ظالموں کا سر نیچا ہو' باغیوں اور سرکشوں کو ہمہ گیر پسپائی کا سامنا ہو' بدکار صہیونیوں' صلیبیوں اور صنم پرستوں کو آخرت سے پہلے اس دنیائے فانی میں بھی ذلت نصیب ہو' جو تیری راہ سے روک رہے ہیں' تیرے بندوں کو بے دریغ مار رہے ہیں' تیرے وفاداروں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں' جن کا اس کے سوا کوئی قصور نہیں کہ وہ تیرے سوا کسی کو پوجنا نہیں چاہتے' زمین میں فساد مچا رہے ہیں' وہ تکبر و تجبر اور ظلم و جارحیت کی تمام حدود پار کرچکے ہیں' بے شک تو ہر وقت' ہر جگہ' ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم قصوروار و گناہ گار ہیں' لیکن یہ تیرے دشمن تو سرے سے تیرے منکر ہیں۔ بار الٰہا! ہم تیری مدد کے بھکاری ہیں اور تیرے در کے سوالی ہیں' تو ہمیں محروم نہ کر۔

☆☆........☆☆

دعوتِ دین کے تین رہنما اصول

تنظیم عالم قاسمی

ختم نبوت کے بعد دعوت وتبلیغ کا اہم کام اس امت کے ہر ایسے ذی شعور، عقلمند اور حساس انسان کو سونپا گیا ہے، جو تعلیمات اسلام سے ادنیٰ آگہی رکھتا ہو، کسی اسلامی یونیورسٹی کے فاضل، مولانا، مولوی، حافظ، مفتی، فقیہ، محدث، ادیب، خطیب یا مبلغ کی تخصیص نہیں، بلکہ امت کے ہر فرد کا مشترکہ عمل اور اجتماعی فریضہ ہے کہ بلاتفریق مذہب وملت، رنگ ونسل، زبان وفہم انسانیت کی بنیاد پر خدا کے پیغام کو عام کرے، اور اپنی جانی ہوئی حق بات سے دوسروں کو آگاہ کرے، خالق کا یہ فرمان کس قدر حکیمانہ ہے:

''تم بہترین امت ہو، لوگوں کی اصلاح کے لئے پیدا کی گئی ہو، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔''

(آل عمران:۱۱۰)

اسی مضمون کو دوسری جگہ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

''تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو خیر اور بھلائی کی ترغیب دے، نیک کام کا حکم دے اور برائی سے روکے'' (آل عمران:۱۰۴)

قرآن مجید میں تبلیغ کی تاکید:

کائنات کی وہ عظیم ہستی، جس سے بہتر شخص پر آج تک نہ سورج طلوع ہوا، اور نہ ہوگا، یعنی خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جن دنوں تکمیل حیات کا احساس ہونے لگا تھا، تسبیح وتحلیل، استغفار وتوبہ کے ساتھ تبلیغی مہم میں بھی تیزی آگئی تھی، امراء وسلاطین کے پاس خطوط لکھے گئے، اطراف واکناف کی جن بستیوں میں دینی شعور نہ تھا، وہاں معلّمین ومبلغین بھیجے گئے اور آخری دم تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوشش رہی کہ سارے بندے اللہ کے مطیع اور فرمانبردار ہوجائیں، داعی اجل کا پیغام قریب آگیا، سورۂ نصر کے ذریعہ آپ کو اطلاع کی گئی کہ اب آخرت کو اپنی توجہات کا مرکز بنالیں، بلاد عرب اور ہر چہار طرف اعلان حج کی آواز سے گونج اٹھا، قبائل کی آمد، آدمیوں کا سیلاب تھا، ہزاروں کی تعداد میں عشاق نبیؐ موجود تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عملی طور پر لوگوں کو حج کے مسائل سکھا رہے تھے، اسی کے ساتھ آپ کو یہ فکر بھی دامن گیر تھی کہ میری بعثت پر نبی صادق کا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوچکا ہے، لیکن شرک وبت پرستی، جھوٹ، غیبت، چغلی، چوری، زناکاری، ڈاکہ زنی اور دیگر برائیوں کا وجود تو قیامت تک باقی رہے گا۔ اصلاح کی شکل کیا ہوگی؟ اس کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''بلغوا عنی ولو آیۃ'' (بخاری:۱/۴۹۰) ''نئی نسل اور نہ جاننے والوں تک میرا پیغام پہنچادو، اگرچہ وہ ایک ہی بات کیوں نہ ہو۔'' ...... تاکہ سننے والے اس پر عمل کریں، دوسروں کے لئے استفادہ کے مواقع میسر ہوں، اس طرح حضور صلی اللہ علیہ کا فرمان دنیا میں عام ہوگا اور لوگ آسانی سے دین کو جان سکیں گے۔ (فتح الباری:۹/۵۰)

اسی فرمان کا اثر تھا کہ آفتاب نبوت کے روپوش ہوجانے کے باوجود اس کی نورانی کرنیں دنیا کو جگمگاتی رہیں، کوئی روم گیا، کوئی شام پہنچا، کسی نے مصر کو اپنا مرکز بنایا، تو کسی نے کوفہ اور بغداد کا سفر کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے خطوط پر دعوت واصلاح کا وہ کام کیا جس سے پوری دنیا میں اسلام کا تعارف ہوا، لوگوں نے اسلام کو پہچانا اور اس کی صحیح تعلیمات سے لوگ روشناس ہوئے، صحابہؓ کے بعد تابعین، پھر تبع تابعین، پھر نسل درنسل یہ کام آج تک اپنی شان وشوکت کے ساتھ چلتا آرہا ہے، صدہا کوششوں کے باوجود اس میں کوئی فرق نہ آیا ہے اور نہ انشاء اللہ کبھی آئے گا۔

تحریکِ دعوت کی کامیابی کا راز:

دعوت وتبلیغ کا یہ کام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک منظم شکل میں رواں دواں ہے، اس کا خاطر خواہ فائدہ ہر دور میں مرتب

ہوتا رہا ہے' کوئی مشن یا تحریک چلائی جاتی ہے' تو پہلے اس کے اغراض و مقاصد اور اصول متعین کئے جاتے ہیں' تحریک کے عروج و ترقی اور بافیض ہونے کا پورا انحصار اسی اصول پر ہوتا ہے' انسانی طبیعت کو اپیل کرنے کی جتنی صلاحیت اس میں ہوگی' اسی قدر تیزی سے وہ مشن صحیح سمت ترقی پذیر ہوگا۔ عرب کی بے نظیر جہالت اور ضلالت کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں ایک چراغ جلا' جس کی لو باد مخالف کے تیز جھونکوں سے متاثر نہ ہوئی بلکہ رفتہ رفتہ تیز سے تیز تر ہوتی گئی اور ایک وقت آیا کہ اسلام کی سربلندی کے آگے سب سرنگوں ہوگئے۔

غور کیا جائے تو تبلیغ اسلام کے مشن کی کامیابی کا راز صرف اس کے اصول وضوابط ہیں' جن کے سامنے امراء و سلاطین' بڑے بڑے ادیب اور سیاست دانوں کو بھی ماتھا ٹیکنے پر مجبور ہونا پڑا۔ قرآن کریم نے اپنے معجزانہ اسلوب میں اس اصول کو یوں بیان کیا ہے' ارشاد ہے:

''اسلام کی طرف لوگوں کو دانائی اور عمدہ نصیحت کے ذریعہ بلایئے اور (بضرورت) خوش اسلوبی کے ساتھ ان سے بحث وتکرار بھی کیجئے۔''

(سورۃ نحل:۱۲۵)

بظاہر تین کلمات پر مشتمل یہ ایک جملہ ہے' لیکن اس میں دعوت کے تین بنیادی اصول بیان کئے گئے ہیں' جن کی مکمل تشریح وتفصیل کے لئے کتب تفسیر میں ائمہ مفسرین کے بیانات ملاحظہ کئے جائیں۔ یہاں ان سب کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا' البتہ اختصار کے ساتھ قرآن و حدیث کی روشنی میں ان اصولوں کو ذیل میں ذکر کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

پہلا اصول:

تبلیغ کا پہلا اصول حکمت ہے۔ ''حکمت'' ایک عربی لفظ ہے' اس کے معنی حق کے موافق گفتگو' کام کی درستگی' انصاف اور فلسفہ کے آتے ہیں۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اس کا استعمال ہوا ہے' بعض جگہ ائمہ تفسیر نے حکمت سے مراد قرآن کریم' بعض جگہ قرآن وسنت اور بعض جگہ دلائل قطعیہ کو قرار دیا ہے۔ یہاں حکمت سے مراد واضح اور روشن دلائل ہیں' جن میں حق کو واشگاف کرنے اور شبہات کو زائل کرنے کی پوری صلاحیت موجود ہو۔ (بیضاوی:۳۶۳)

جیسے وحدانیت کے اثبات میں قرآن نے مختلف دلائل پیش کئے ہیں' ایک اہم اور واضح دلیل ہے:''لو کان فیھما آلھة الا اللّٰہ لفسدتا.'' (الانبیاء:۲۲) زمین وآسمان میں اگر چند معبود ہوتے' تو دونوں کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ تعدد الٰہیہ کے ابطال پر یہ نہایت پختہ اور ناقابل انکار دلیل ہے' اس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ ہر ذی عہدہ کو اپنے ماتحت کام کرنے والے افراد پر پورا اختیار اور کنٹرول ہوتا ہے' اپنے ارادہ سے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے' اسی طرح معبود اس ذات کا نام ہے جو اپنی ذات وصفات میں ہر طرح کامل ومکمل ہو' اس کے ارادے کی تنفیذ میں کوئی چیز حائل نہ ہو بلکہ وہ پوری طرح خودمختار اور خود کفیل ہو' اس کو اللہ یا خدا سے تعبیر کیا جاتا ہے' اب اگر آسمان وزمین میں دو خدا فرض کرلئے جائیں' تو ظاہر ہے کہ ایک دوسرے کے تابع نہیں ہوگا بلکہ ہر ایک اپنی مشیت کی تکمیل پر قادر ہوگا' ایک بارش برسانا چاہے گا تو دوسرا بارش نہ برسانا چاہے گا' کوئی کسی ایک کو رزق دینے کا فیصلہ کرے گا تو دوسرا اس رائے کی مخالفت کرے گا۔ اس طرح پورا نظام کائنات درہم برہم ہوجائے گا' اسی لئے ہر ملک اور ہر شہر میں ایک عہدہ کے دو ارکان نہیں ہوتے' ورنہ نفع کے بجائے بے شمار نقصانات ہوں گے اور شہر کا پورا نظام مفلوج ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں توحید پر جو استدلال پیش کیا ہے وہ انتہائی مضبوط' ذہنی شکوک وشبہات کو دور کرنے کے لئے انتہائی موثر اور ناقابل انکار حقیقت ہے۔ تبلیغ کی اس صورت کو ''بالحکمۃ'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

دوسرا اصول:

دعوت وتبلیغ کا دوسرا اصول ''موعظۂ حسنہ'' ہے' وعظ اور موعظت کے لغوی معنی ہیں کہ کسی بات کو اس طرح بلیغ انداز میں پیش کیا جائے کہ مخاطب کا دل نرم ہوجائے۔ قرآن میں خدا کی عظمت' اس کی بڑائی کو سمجھانے کے لئے بے شمار جگہوں میں اس انداز کو اختیار کیا گیا ہے' مثلاً سورۂ عبس میں معاندین ومخالفین کو خطاب کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ''انسان کو اپنے کھانے کی چیزوں میں غور کرنا چاہئے کہ کس طرح ہم نے پانی برسایا' پھر سخت زمین کو چیرتی ہوئی اناج کی کونپل کو نکالا' انگور' ترکاری' زیتون' کھجوریں' گھنا باغ' مختلف میوے اور گھاس پیدا کیا تاکہ تم اپنے اور اپنے چوپائے کے لئے گزر بسر کا انتظام کرسکو۔'' (عبس:۲۴/۳۲)

خدا کی عظمت اور اس کی قوت کو سمجھانے کے لئے یہ کتنا بلیغ اور موثر انداز بیان ہے کہ ایک شخص مذہبی تعصب سے پاک ہوکر ان چیزوں پر غور کرے تو حقیقت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا' دل کے دریچے کھلیں گے' سختی میں نرمی آئے گی اور قبولیت کے جذبات پیدا ہوں گے۔

جعرانہ میں آپؐ کی بے مثال تقریر:

حدیث میں اس کی مثالیں کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر اور بیان سے صحابہ کرامؓ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں' دل موم اور نرم ہوگیا' جیسے مقام جعرانہ میں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مال غنیمت قریب زمانہ میں اسلام قبول کرنے والے قریشیوں میں تقسیم کردیا' مقصد تالیف قلب تھا' لیکن انصار صحابہ کرامؓ حکمت عملی کو سمجھ نہ سکے' حضرت سعد بن عبادہؓ جیسے اولوالعزم صحابی بھی طوفان کی زد میں تھے۔ شدہ شدہ یہ خبر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی۔ تمام انصار صحابہ کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بلیغ تقریر کی کہ تمام لوگ رو پڑے' آنسوؤں سے داڑھیاں تر ہوگئیں۔ ناموافق حالات خوشگوار ہوگئے' شکوک وشبہات کے سارے بادل چھٹ گئے اور اب ہر ایک کی زبان پر تھا: ''رضینا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسماً و حظاً'' (ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم سے راضی ہیں)۔

تیسرا اصول:

تیسرا اصول بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''و جادلھم بالتی ھی احسن۔'' لفظ ''جادل'' مجادلۃ سے مشتق ہے' اس جگہ مجادلۃ سے مراد بحث و مناظرہ ہے اور بالتی ھی احسن سے مراد یہ ہے کہ اگر دعوت میں کہیں بحث ومناظرہ کی ضرورت پیش آجائے تو وہ مباحثہ بھی اچھے طریقہ سے ہونا چاہئے' یعنی گفتگو میں نرمی' کلام میں شیرینی' انداز واسلوب میں جاذبیت اور تلخیوں سے پاک ہو' کیونکہ بحث و تکرار میں رنجش کی آمیزش سے حقائق چھپ جاتے ہیں اور تبلیغ ودعوت کی بجائے شان وشوکت کی جنگ چل پڑتی ہے۔

مناظرہ کے لئے یہ بنیادی اور اہم اصول ہے' اس کو مدنظر رکھا جائے تو یقیناً گفتگو مفید ثابت ہوگی' وجود باری کے اثبات اور بتوں کی ربوبیت کے ابطال کے لئے قرآن کریم نے جو اسلوب اختیار کیا ہے' اس میں مناظرہ کا پہلو نمایاں طور پر پایا جاتا ہے۔

پتھر کی بنائی گئی مورتیوں کو مشرکین، خدا اور رب مانتے تھے' انہیں سجدہ کرتے اور ضرورتوں کے لئے پکارا کرتے تھے' ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی دلیل نہیں تھی کہ ہمارے آباؤ اجداد ان کو خدا تسلیم کرتے تھے' یہ تصور انہیں ورثہ میں ملا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مشہور ومعروف مقدمات ودلائل کے ذریعہ ان کے اس تصور کو باطل کیا اور یہ ثابت کیا کہ یہ اپنے ہاتھوں سے بنائی گئی تصویر اور مورتیاں کبھی خدا کا درجہ حاصل نہیں کرسکتیں' اس لئے کہ خدا اپنی قوت ارادی سے جو چاہتا ہے کرتا ہے' اس کے فعل پر سوالیہ نشان قائم نہیں کیا جاسکتا اور تمہارے یہ بناوٹی معبود اتنے لاچار اور مجبور ہیں کہ آسمان وزمین کی تخلیق تو کجا؟ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کرسکتے' بلکہ اگر مکھی اس پر بیٹھ جائے' اسے نقصان پہنچائے تو اس کی مدافعت کی انہیں قدرت نہیں۔ عقل انسانی کیسے یقین کرسکتی ہے ایسے خدا پر؟ جو اپنے پجاریوں کو نفع رسانی کی قدرت تو کجا؟ خود اپنی ذات کو نقصانات سے محفوظ نہیں رکھ سکتا؟ ارشاد باری ہے:

''جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا'
ہرگز نہ بناسکیں گے ایک مکھی' اگرچہ
سارے جمع ہوجائیں اور اگر کچھ چھین
لے ان سے مکھی' چھڑا نہ سکیں وہ اس سے'
بودا ہے چاہنے والا اور جن کو چاہتا
ہے۔'' (الحج:۷۳، ترجمہ شیخ الہندؒ)

نرم زبان تبلیغ کی بنیادی شرط:

حسن بیان' نرم زبان اور انداز واسلوب کی شیرینی کو شریعت نے بڑی اہمیت دی ہے کہ یہ چیزیں مخاطب کو حق کی جانب مائل کرتی ہیں' نفرت' رنجش اور آپس کی تلخیاں دور ہوتی ہیں' محبت کا ماحول بنتا ہے' اخوت وہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں' اسی لئے فرعون جیسے سرکش انسان کے پاس تبلیغ کے لئے جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو اللہ نے بھیجا تو ساتھ ہی یہ ہدایت بھی دی: ''قولا لہ قولا لینا'' (نرمی سے بات کرو)۔

وہ لوگ جو کسی بھی زاویہ سے دعوت کے کام سے منسلک ہیں' انہیں ہر وقت ان اصولوں کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ دور حاضر میں دعوت واصلاح کا کام پوری طرح موثر نہ ہونے کی بڑی وجہ اصول دعوت سے غفلت اور بے توجہی ہے۔ جس خدا نے دعوت وتبلیغ کا حکم دیا ہے' اس نے اس کے نشیب وفراز' خدوخال اور اصول وضوابط بھی بیان کئے ہیں۔

داعی اسلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات طیبہ' اس کے بعد حضرات صحابہؓ کی زندگی ہمارے لئے مینارۂ نور ہے' دینی' سیاسی' سماجی' معاشرتی' دعوتی ہر شعبہ میں اسی کاروانِ ہدایت کی پیروی میں انسانیت کی صلاح وفلاح اور کامیابی وکامرانی مضمر ہے۔

☆☆..........☆☆

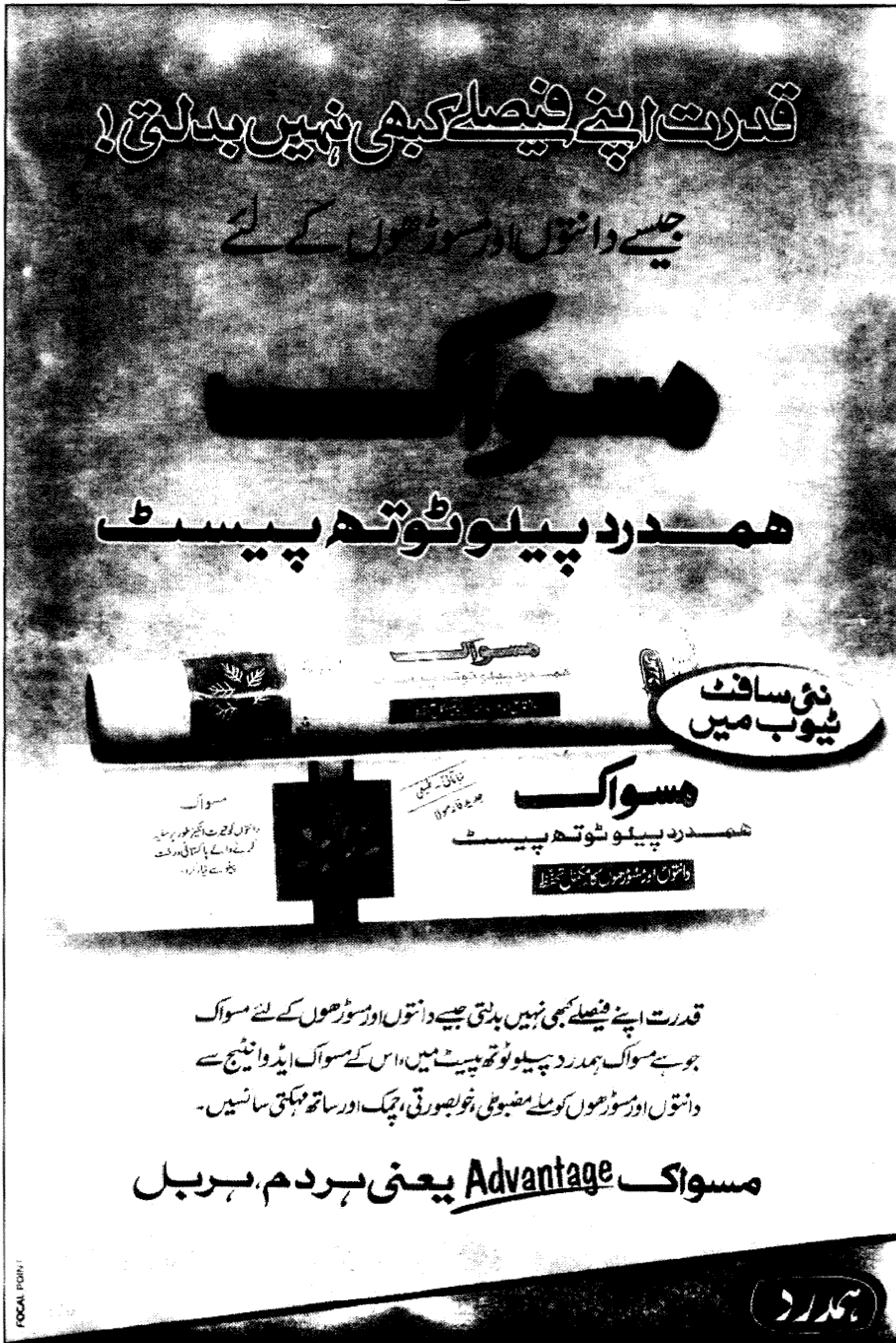
قدرت اپنے فیصلے کبھی نہیں بدلتی!
جیسے دانتوں اور مسوڑھوں کے لئے
مسواک
ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ
نئی سافٹ ٹیوب میں
مسواک
ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ
دانتوں اور مسوڑھوں کا مکمل تحفظ
قدرت اپنے فیصلے کبھی نہیں بدلتی جیسے دانتوں اور مسوڑھوں کے لئے مسواک
جو ہے مسواک ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ میں، اس کے مسواک ایڈوانٹیج سے
دانتوں اور مسوڑھوں کو ملے مضبوطی، خوبصورتی، چمک اور ساتھ مہکتی سانسیں۔
مسواک Advantage یعنی ہر دم، ہر پل
ہمدرد

مذہب اور علم کا مقدس رشتہ

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

کچھ مذاہب ایسے بھی ہوتے ہیں جو علم کی موت میں اپنی زندگی اور اس کی شکست میں اپنی فتح محسوس کرتے ہیں‘ اس کی مثال اس حکایت سے سمجھ میں آتی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ ایک بار مچھروں نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے تیز ہوا کی شکایت کی کہ ہوا ہم پر بہت ظلم ڈھاتی ہے‘ اور ہم اس کے ہوتے ہوئے موجود نہیں رہ پاتے اور اس کے چلتے ہی ہم کو بھاگنا پڑتا ہے‘ اس پر سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ مدعی علیہ کو حاضر ہونا چاہئے‘ چنانچہ ہوا کو بلایا گیا‘ مگر اس کے آتے ہی مچھر غائب ہوگئے‘ اس پر فرمایا کہ ہم مدعی کی غیر موجودگی میں کیسے فیصلہ کریں؟ یہی حال بہت سے مذاہب کا ہے‘ ہندوستان کے بعض قدیم مذاہب اور ان کے متعدد پیشواؤں کے طرز عمل بھی اس کی متعدد شہادتیں فراہم کرتے ہیں۔

یورپ میں عیسائی کلیسا اور علم کی نزاع وکشمکش کا قصہ تو بہت مشہور ہے۔ امریکی مصنف ڈریپر کی کتاب ”مذہب اور سائنس کے درمیان نزاع“ تاریخی دستاویزات پر مشتمل بڑی معلومات افزا کتاب ہے‘ یورپ کے قرون وسطیٰ میں قائم ہونے والے تفتیشی محکموں، تحقیقی عدالتوں اور کلیسا کے کشتگان ستم کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے‘ ان لرزہ خیز سزاؤں سے جو، ان عدالتوں نے تجویز کیں، آج بھی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

مسیحی اعتقادات کی جانچ کی یہ مذہبی عدالتیں جو رومن کیتھولک کلیسا کی جانب سے عہد وسطیٰ میں اٹلی‘ اسپین‘ جرمنی اور فرانس میں قائم کی گئی تھیں‘ الحاد کے الزام میں گرفتار افراد کو سفاکانہ سزائیں دینے کے لئے مشہور تھیں۔

اسپین میں عربوں کے زوال کے ساتھ ۱۴۹۰ء میں ان عدالتوں کا نظم ونسق حکومت نے سنبھال لیا تھا‘ سترھویں صدی سے ان کا زوال شروع ہوا‘ نپولین نے ۱۸۰۸ء میں پھر یہ عدالتیں قائم کیں اور ۱۸۳۵ء تک یہ کسی نہ کسی شکل میں چلتی رہیں‘ یہ کہنا مشکل ہے کہ کل کتنے لوگ ان عدالتوں کی بھینٹ چڑھے؟ لیکن ایسے لوگوں کی تعداد اندازاً لاکھوں تک پہنچتی ہے۔

قرآن نے نازل ہوکر علم کو ایسا عزت ووقار بخشا اور علماء کی ایسی قدر ومنزلت بڑھائی‘ جس کی سابقہ صحیفوں اور قدیم مذاہب میں کوئی نظیر نہیں ملتی، اور اس نے علم وعلماء کی ایسی تعریف کی جس کے ذریعہ اس نے انہیں انبیاء علیہم السلام کے درجہ کے نیچے اور دیگر تمام بشری درجات وطبقات کے اوپر پہنچادیا‘ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”اللہ کی گواہی ہے کہ معبود نہیں ہے کوئی بجز اس کے اور فرشتوں اور اہل علم کی (بھی گواہی یہی ہے) اور وہ عدل سے انتظام رکھنے والا معبود ہے‘ کوئی معبود نہیں بجز اس زبردست حکمت والے کے۔“ (آل عمران)

”آپ کہئے کہ اے میرے پروردگار! بڑھادے میرے علم کو۔“ (طٰہٰ)

”آپ کہئے کہ کیا علم والے اور بے علم کہیں برابر ہوتے ہیں۔“ (الزمر)

”اللہ تم میں ایمان والوں کے اور ان کے جنہیں علم عطا ہوا ہے‘ درجے بلند کرے گا۔“ (المجادلہ)

”اللہ سے ڈرتے تو بس وہی بندے ہیں جو علم والے ہوتے ہیں۔“ (فاطر)

حدیث نبوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ چند اقوال کافی ہیں:

”عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ انسان پر۔“ (ترمذی)

”علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیائے کرام علیہم السلام نے دینار ودرہم نہیں، بلکہ یہ علم ہی میراث میں چھوڑا ہے‘ تو جس نے اسے حاصل کیا‘ اس نے بڑا حصہ پایا۔“ (ابوداؤد‘ ترمذی)

علم کی اس قدر افزائی اور ترغیب کے نتیجہ میں تاریخ اسلام میں ایسا علمی نشاط بلکہ ایسا جوش و جذبہ اور علم کی فدائیت وفنائیت کا ولولہ پیدا ہوا‘ جس کے نتیجے میں اس عالمی وابدی علمی تحریک نے سب سے بڑی زمانی و مکانی مسافت طے کی اور اس کی معنوی مسافت تو ان دونوں سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔

ان مسافتوں اور علمی موضوعات کے تنوع کو جاننے کے لئے ان کتابوں سے رجوع کریں‘ جو مختلف زمانوں میں علمائے کرام کی کتابوں کے تذکرے پر مشتمل ہیں‘ بطور مثال چند کا ذکر کیا جاتا ہے: الفہرست ابن الندیم‘ کشف الظنون حاجی خلیفہ چلپی‘ معجم المصنفین علامہ محمود حسن ٹونکی (یہ کتاب ۶۰ جلدوں میں بیس ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور چالیس ہزار مصنفین کے حالات پر محیط ہے) الثقافت الاسلامیۃ فی الہند مولانا سید عبدالحئی حسنی (طبع دمشق) تاریخ ادب عربی برکلمان‘ تاریخ التراث العربی‘ فواد سزگین وغیرہ۔

مشہور فرانسیسی مصنف ڈاکٹر لیبان اپنی مشہور کتاب ”تمدنِ عرب“ میں لکھتا ہے:

”عربوں نے جو مستعدی تحصیل علم میں ظاہر کی، وہ فی الواقع حیرت انگیز ہے‘ اس خاص امر میں بہت سی اقوام ان کے برابر ہوئی ہیں، لیکن بمشکل کوئی ان سے بازی لے جا سکی‘ جب وہ کسی شہر کو لیتے، تو ان کا پہلا کام وہاں مسجد اور مدرسہ بنانا ہوا کرتا‘ بڑے شہروں میں ان کے مدارس ہمیشہ بکثرت ہوتے تھے۔“

بنجمن دلی تودیل جو ۱۱۷۳ء میں مرا ہے بیان کرتا ہے کہ اس نے اسکندریہ میں بیس مدرسے دیکھے۔

علاوہ عام مدارسِ تعلیم کے بغداد‘ قاہرہ‘ طلیطلہ‘ قرطبہ وغیرہ بڑے شہروں میں دارالعلوم تھے جن میں علمی تحقیقات کے کارخانے‘ رصد خانے‘ عظیم الشان کتب خانے غرض کل مصالح علمی تحقیقات کا موجود تھا‘ صرف اندلس میں ستر عام کتب خانے تھے۔

مورخین عرب کے اقوال کے بموجب الحاکم ثانی کے کتب خانہ میں‘ جو قرطبہ میں تھا‘ چھ لاکھ جلدیں تھیں‘ جن میں سے چوالیس جلدوں میں صرف فہرست کتب تھی‘ اس کے متعلق کسی نے بہت درست کہا ہے کہ: چار سو برس بعد جب چارلس عاقل نے فرانس کے شاہی کتب خانہ کی بنیاد ڈالی تو وہ نو سو جلدوں سے زیادہ جمع نہ کر سکے اور ان میں سے کتبِ مذہبی کی ایک پوری الماری بھی نہ تھی۔ (تمدن عرب)

علم کے صحیح مقصد کی طرف رہنمائی اور اسے مثبت‘ تعمیری و مفید اور ذریعہ یقین بنانے کے سلسلے میں بعثت محمدی‘ اور دعوت اسلامی کے کردار کی اس سے زیادہ اہمیت اور قدر و قیمت ہے‘ جو اس نے علمی تحریک کی فعالیت و وسعت کے سلسلے میں ادا کیا ہے۔

علم کی کڑیاں بکھری ہوئی، بلکہ بسا اوقات متضاد تھیں‘ علم طبیعات وحکمت‘ دین سے برسرپیکار تھے، حتی کہ ریاضی وطب جیسے علم کے ماہرین بھی بعض اوقات الحادی نتیجے نکالتے تھے‘ چنانچہ یونان کے حکماء (جنھوں نے کئی صدیوں تک فلسفہ و ریاضیات میں اپنا امتیاز قائم رکھا تھا) یا تو مشرک تھے یا ملحد، اور یونان کے علوم اور مدارس، فکر دین کے لئے خطرہ اور ملحدین کے لئے سند اور نمونہ بنے ہوئے تھے‘ اس صورتحال میں اسلام کا یہ بڑا احسان تھا کہ اس نے ایسی وحدت قائم کی جو تمام علمی اکائیوں کو مربوط کر دیتی تھیں، اور اس کے لئے ایسا کرنا اس لئے آسان ہو سکا کہ اس کا علمی سفر صحیح نقطہ آغاز سے ہوا تھا‘ اس نے اسے اللہ پر ایمان‘ اس سے مدد طلبی اور اس پر اعتماد کے ذریعہ اور: ”اقرأ باسم ربک الذی خلق“ کی تعمیل میں شروع کیا تھا اور آغاز کی صحت اکثر اوقات انجام کی صحت وخیریت کی ضمانت ہو جاتی ہے‘ اسلام نے قرآن و ایمان کے فیض و فضل سے ایسی وحدت کا انکشاف کیا جو تمام وحدتوں کو مربوط کر دیتی ہے اور وہ وحدت اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت ہے‘ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی تعریف کی ہے:

”اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے رہتے ہیں‘ اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ (سب) لایعنی نہیں پیدا کیا ہے‘ تو پاک ہے‘ سو محفوظ رکھ ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔“ (آل عمران)

زمانہ ماسبق میں کائناتی وحدتیں (یعنی اس کے مظاہر اور حوادث وتغیرات) انسان کو متضاد نظر آتے تھے اور اسے حیرت واضطراب میں ڈالتے تھے، اور کبھی کفر والحاد اور خالق عالم اور مدبر کائنات کے اوپر طعن واعتراض تک پہنچا دیتے تھے‘ اسے دیکھتے ہوئے ایمان و قرآن پر مبنی ”اسلامی علم“ نے دنیا کو ایسی وحدت عطا کی جو کائناتی وحدتوں کو جمع کر دیتی ہے اور وہ اللہ کا غالب ارادہ اور اس کی حکمتِ کاملہ ہے۔

جرمن مفکر ہیرالڈ ہوفڈنگ اس وحدت کی دریافت اور انسانی زندگی اور علم واخلاق کے تاریخی سفر میں اس کے موثر کردار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا

ہے: ہر مذہب کا ایمان توحید پر ہے' جس کا نظریہ یہ ہے کہ کائنات کی ہر شے کی علّتِ وجود ایک ہی ہے (اس فکر سے لازمی طور پر پیش آنے والی مشکلات سے قطع نظر) یہ ایمان واعتقاد فطرت انسانی پر بڑا مفید اور اہم اثر مرتب کرتا ہے اور اس کے ماننے والوں کے لئے یہ عقیدہ رکھنا آسان ہو جاتا ہے کہ (بعض اختلافات وتفصیلات سے صرف نظر کرتے ہوئے) عالم کی تمام چیزیں ایک قانونِ وحدت سے منسلک ہیں، کیونکہ علت کی وحدت' قانون کی وحدت کا بھی تقاضا کرتی ہے۔

ازمنہ وسطیٰ کے دینی فلسفہ نے کثرت میں وحدت کا تصور لوگوں کے ذہنوں میں بٹھا دیا' جس سے غیر مذہبی انسان طبعی مظاہر کی کثرت کے سبب اس سے غافل تھا اور اس کثرت کے مشاہدہ میں اس لئے غلطاں وپیچاں رہتا تھا کہ اس کے ہاتھ میں ان میں ربط پیدا کرنے کا کوئی سر رشتہ نہ تھا۔

اس طرح علم بامقصد مفید' اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ بن گیا اور اس نے اپنی کوشش انسانیت کی خدمت اور تمدن و معاشرہ کی سعادت کے لئے وقف کردی، اور یہ طرز فکر انسانی فکر وعمل کی دنیا پر سب سے بڑا احسان تھا' جس نے انسانیت کی قسمت بدل دی اور فکر انسانی کا رخ تبدیل کر دیا۔

مغربی مفکرین نے بھی علوم وفنون اور انسانی فکر پر قرآن کے اس احسان کا ذکر کیا ہے' ہم یہاں ان میں سے دو گواہیوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ مشہور مستشرق مارگولیتھ جو اسلام کے خلاف اپنے تعصب کے لئے مشہور ہے' راڈویل کے ترجمہ قرآن کے مقدمہ میں لکھتا ہے:

''دنیا کے عظیم مذہبی صحیفوں میں قرآن ایک اہم مقام رکھتا ہے' حالانکہ اس قسم کی تاریخ ساز تحریروں میں اس کی عمر سب سے کم ہے' مگر انسان پر حیرت انگیز اثر ڈالنے میں وہ کسی سے پیچھے نہیں ہے' اس نے ایک نئی انسانی فکر پیدا کی اور ایک نئے اخلاق کی بنیاد ڈالی۔''

ایک اور مستشرق ہارٹونگ ہرشفیلڈ لکھتا ہے:

''ہم کو اس پر تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ قرآن علوم کا سرچشمہ ہے' آسمان' زمین' انسانی زندگی' تجارت وحرفت جن کا اس میں ذکر کیا گیا ہے' ان میں متعدد کتابوں یا تفسیروں میں روشنی ڈالی گئی اور ان پر بحث و مباحثہ کا دروازہ کھلا اور مسلمانوں میں بالواسطہ مختلف علوم کی ترقی کا راستہ ہموار ہوا' اس نے صرف عربوں ہی پر اثر نہیں ڈالا، بلکہ یہودی فلاسفہ کو بھی اس پر آمادہ کیا کہ وہ مذہبی وما بعد الطبعی مسائل پر عربوں کی پیروی کریں، اور آخر کار عیسائی علم کلام کو عرب الٰہیات سے جس طرح فائدہ پہنچا، اس کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

روحانیت کے میدان میں اسلام کی کوشش مذہبیات تک محدود نہیں رہی' یونانی فلکیات اور طبی تحریروں سے واقفیت نے ان علوم کے مطالعہ کی طرف متوجہ کیا' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا کو وحی ملی' اس میں اجسامِ فلکیہ کے گردش کرنے کا ذکر ان کی عبادت کے لئے نہیں، بلکہ اللہ کی نشانی اور انسان کی خدمت کے طور پر کیا گیا' تمام مسلم اقوام نے فلکیات کا بڑی کامیابی کے ساتھ مطالعہ کیا' صدیوں تک وہی علم کے حامل رہے اور آج بھی اکثر ستاروں کے عربی نام اور متعلقہ الفاظ مستعمل ہیں' یورپ میں عہد وسطیٰ کے ماہرین فلکیات عربوں کے شاگرد تھے۔ اس طرح قرآن نے طبی علوم کی تحصیل کی ہمت افزائی کی' اور عمومی طور پر فطرت کے مطالعہ اور غور وفکر کی جانب توجہ مبذول کی۔

ہمیں آسمانی مذاہب و کتب میں سے کسی مذہب و کتاب کا علم نہیں جس نے عقل سے کام لینے اور اس سے فائدہ اٹھانے' غور وفکر و تجربات سے نتیجہ نکالنے' اسباب ومسببات اور نتائج ومقدمات کا ربط معلوم کرنے اور کائنات سے عبرت وبصیرت حاصل کرنے کی دعوت دی ہو اور اپنے ماحول پر غور کرنے کی انسانی صلاحیت سے کام نہ لینے' آیات نفسی و آفاقی سے اعراض' ممالک واقوام کی زندگی کے گزشتہ واقعات سے عدم عبرت ونصیحت اور فرد و جماعت اور حکومتی سطح کے اعمال واخلاق کے نتائج سے روگردانی پر قرآن مجید کی طرح گرفت کی ہو۔

قرآن نے ظاہری حواس سے' جن میں آنکھ کو بڑی اہمیت حاصل ہے' کام لینے اور ٹھیک طور سے دیکھنے کی بہت ترغیب دی ہے تاکہ انسان بصارت سے بصیرت تک پہنچ سکے' اس پہلے مرحلہ کے بارے میں فرمایا گیا:

''کیا انہوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم خشک افتادہ زمین کی طرف پانی پہنچاتے رہتے ہیں' پھر اس کے ذریعہ سے کھیتی پیدا کردیتے ہیں' جس سے ان کے مویشی کھاتے اور وہ خود بھی' تو کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں؟'' (السجدہ)

نیز اس عظیم قوت ونعمت (بصارت) سے' جو ہدایت کا وسیلہ ہے' کام نہ لینے کی مذمت کی گئی:

''سو اندھے اور بہرے ہوگئے' پھر اللہ نے ان پر رحمت سے توجہ فرمائی'

پھر بھی ان میں سے بہت سے اندھے اور
بہرے ہی رہے اور اللہ خوب دیکھ رہا ہے
ان کے کرتوت۔'' (المائدہ)
''آپ کہئے کہ اندھا اور بینا کہیں
برابر ہوسکتے ہیں؟ تو کیا تم غور نہیں
کرتے؟۔'' (الانعام)
''دونوں فریقوں کی حالت ایسی
ہے جیسے ایک اندھا اور بہرہ ہو اور ایک
دیکھنے والا اور سننے والا' کیا (یہ) دونوں
حالت میں برابر ہیں؟ تو کیا تم سمجھتے
نہیں؟'' (ھود)
''آپ کہئے کہ کیا اندھا اور
آنکھوں والا برابر ہوسکتا ہے؟ یا یہ کہ
کہیں تاریکی اور روشنی برابر ہوئی
ہے؟'' (الرعد)
''اور نہ اندھا اور آنکھوں والا
کہیں برابر ہیں اور نہ تاریکیاں اور روشنی
ہی۔'' (فاطر)
آیات الٰہی سے اعراض اور چشم پوشی پر سختی
کے ساتھ تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:
''اور کتنی ہی نشانیاں آسمانوں اور
زمین میں ہیں کہ ان پر سے یہ لوگ
گزرتے ہیں اور ان کی طرف سے منہ
پھیرے رہتے ہیں۔'' (یوسف)
اور آنکھ والوں کو غیرت دلاتے ہوئے
فرمایا:
''سو اے آنکھوں والو! عبرت
حاصل کرو۔'' (الحشر)
عقل سے کام لینے اور عقلمندوں کو غیرت
دلانے کے لئے: ''تعقلون'' کا کلمہ قرآن میں بار
بار استعمال ہوا ہے' حتیٰ کہ ان آیات کی تعداد ۲۳
تک پہنچ گئی ہے' جن میں یہ کلمہ استعمال ہوا ہے' ہم
مثال کے طور پر چند آیات کا ذکر کرتے ہیں:
''اللہ اسی طرح تمہارے لئے
کھول کر اپنے احکام بیان کرتا ہے' شاید
کہ تم سمجھو۔'' (البقرہ)
''ہم تو تمہارے لئے نشانیاں
کھول کر ظاہر کرچکے ہیں۔''
(آل عمران)
''اور آخرت ہی کا گھر ان لوگوں
کے حق میں بہتر ہے جو ڈرتے رہتے ہیں،
سو کیا وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔''
(الاعراف)
''یقیناً ہم تمہاری طرف ایسی
کتاب اتار چکے جس میں تمہارے لئے
نصیحت موجود ہے' تم کیا پھر بھی نہیں
سمجھتے؟'' (الصافات)
اہل جہنم کے اس حاسۂ شریفہ سے کام نہ لینے
کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:
''اور وہ (یہ بھی) کہیں گے کہ ہم
اگر سن لیتے یا عقل سے کام لیتے تو اہل
دوزخ میں سے نہ ہوتے۔'' (الملک)
اسی طرح کلمہ: ''یعقلون'' مدح واثبات
کے سیاق میں بیس سے زائد بار آیا ہے۔ قرآن کا
یہی معاملہ دعوت فکر دینے' اہل تفکر کی تعریف اور فکر
سے کام نہ لینے والوں کی مذمت کے سلسلے میں ہے'
قرآن میں یہ کلمہ گیارہ بار آیا ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ کا
ارشاد ہے:
''یہ ایسے ہیں کہ جو اللہ کو کھڑے
اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر (برابر) یاد
کرتے رہتے ہیں' اور آسمان اور زمین کی
پیدائش میں غور کرتے رہتے ہیں۔''
(الاعراف)
''بے شک ان سب میں ان
لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں
دلائل موجود ہیں۔'' (الرعد)
اسی غور وفکر کے ذریعہ مومنین و عارفین اس
حقیقت کبریٰ تک پہنچ سکے جس کے بارے میں
قرآن شریف نے ان کی زبان سے کہا ہے:
''اے ہمارے پروردگار! تو نے
یہ (سب) لایعنی نہیں پیدا کیا۔''
(آل عمران)
اس کے نتیجہ میں وہ فکری سرگرمی سامنے آئی'
جس نے علوم وصنائع اور تہذیب انسانی کو متاثر کیا
اور اس کا اثر ساری دنیا پر پڑا' گویا ایک ایسا وسیع
دریچہ اور روشن دان کھل گیا' جس سے روشنی اور
تازہ ہوا آنے لگی' اور اسلام نے گویا اس قفل کو توڑ
دیا یا کھول دیا جسے آزادی اور فکرِ سلیم کے دشمنوں
اور قدیم مذاہب کے غلط نمائندوں نے عقل انسانی
پر ڈال رکھا تھا، اور دنیا اپنی اس گہری نیند سے
بیدار ہوگئی جو اس پر ہزاروں سال سے طاری تھی'
اس نے اس نیند سے اپنی آنکھیں پونچھ کر اپنی
فوت شدہ ترقی کی بازیافت اور راستہ کی مشکلات
سے نمٹنے کے لئے تیزی سے آگے بڑھنا شروع کیا'
اس عالمی تاثر اور متنوع تحریک کے بارے میں
ایک فرانسیسی مفکر جولویث کاسٹیلوٹ اپنی کتاب
''قانون تاریخ'' میں لکھتا ہے:
''وفات نبویؐ کے بعد عربوں نے
بڑی تیز رفتار ترقی کی اور اشاعتِ اسلام
کے لئے وقت بھی بہت سازگار تھا' اس

کے ساتھ اسلامی تہذیب نے بھی حیرت انگیز ترقی کی اور فتوحات کے جلو میں وہ ہر جگہ فروغ پانے لگی اور علوم وفنون اور شعر وادب میں اس کے اثرات ظاہر ہونے لگے اور اس طرح عرب چند صدیوں تک اپنے ہاتھوں میں عقل کی مشعل اٹھائے رہے اور ان تمام علوم کی نمائندگی کی جن کا تعلق فلسفہ، فلکیات، کیمیا، طب اور روحانی علوم سے تھا، اس طرح وہ صرف عرفی معنوں ہی میں فکری رہنما اور موجد ومخترع نہیں تھے، بلکہ اپنی علمی خدمات کے نتیجہ میں، جنہیں انہوں نے بڑی عالی دماغی سے انجام دیا تھا، وہ اس کے بجا طور پر مستحق تھے، عربی تمدن کی عمر کم تھی، مگر اس کے اثرات بہت دور رس تھے اور ہم اس کے زوال پر افسوس ہی کر سکتے ہیں۔''

آگے چل کر وہ لکھتا ہے:

''اگرچہ حکمراں جاگیردارانہ ذہن رکھتے تھے، مگر ان کے ذریعہ جو کام ہوا وہ ان کی شخصیت سے کہیں بلند تھا، اسی کے نتیجے میں ایک حیرت انگیز تہذیب وجود میں آئی، یورپ عربی تمدن کا احسان مند ہے جب وہ دسویں صدی سے چودھویں صدی تک غالب وحکمران تھی، یورپ نے اس سے فلسفیانہ اور علمی فکر میں استفادہ کیا، جس نے قرونِ وسطیٰ میں خاموش اثرات مرتب کئے، ہمیں وہ عربی تمدن، عربی علوم اور عربی ادب وفن کے آگے جاہل اور گنوار نظر آتے ہیں، وہ اس صحت مند فضا سے مستفید ہوا جو اس زمانے میں عربی افکار کے ذریعے قائم تھی۔''

ان چار صدیوں میں عربی تمدن کے سوا کوئی تمدن نہ تھا اور علمائے عرب ہی اس کا علم بلند کئے ہوئے تھے۔

موسیو لیبان اپنی ایک کتاب میں لکھتا ہے:

''لوگ تجربہ ومطالعہ اور استقرائی منطق کو جو علم جدید کی اصل کی حیثیت رکھتے ہیں، فرانسس بیکن کی طرف منسوب کرتے ہیں، مگر اب یہ اعتراف کیا جانا ضروری ہے کہ یہ طریقہ مکمل طور پر عربوں کی ایجاد ہے۔''

رابرٹ بریفالٹ اپنی ایک کتاب میں لکھتا ہے:

''یورپ کی ترقی کا کوئی ایسا پہلو نہیں، جس پر اسلامی تمدن کا احسان اور اس کے نمایاں آثار کی گہری چھاپ نہ ہو۔''

بریفالٹ آگے چل کر لکھتا ہے:

''صرف طبعی علوم ہی (جن میں عربوں کا احسان مسلم ہے) پر یورپ میں زندگی پیدا کرنے کے ذمہ داری نہیں ہیں، بلکہ اسلامی تمدن نے یورپ کی زندگی پر بہت عظیم الشان اور مختلف النوع اثرات ڈالے ہیں، اور اس کی ابتداء اسی وقت سے ہو جاتی ہے، جب اسلامی تہذیب وتمدن کی پہلی کرنیں یورپ میں پڑنی شروع ہوئیں۔''

☆☆..........☆☆

قرآن مجید میں ذاتِ باری تعالیٰ کے متعلق ''رب العالمین''، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے لئے ''رحمۃ للعالمین''، قرآن مجید کے لئے ''ذکر للعالمین'' اور بیت اللہ شریف کے لئے ''ھدیٰ للعالمین'' فرمایا گیا ہے، اس سے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کی آفاقیت وعالمگیریت ثابت ہوتی ہے، وہاں آپؐ کے وصف ختم نبو[ت] کا اختصاص بھی آپؐ کی ذاتِ اقدس کے لئے ثابت ہوتا ہے، اس لئے کہ پہلے تمام انبیاؑ علیہم السلام اپنے اپنے علاقہ، مخصوص قوم اور مخصوص وقت کے لئے تشریف لائے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حق تعالیٰ نے کل کائنات کو آپؐ کی نبوت ورسالت کے لئے ایک اکائی (ون یونٹ) بنا دیا۔

جس طرح کل کائنات کے لئے اللہ تعالیٰ ''رب'' ہیں، اسی طرح کل کائنات کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ''نبی'' ہیں۔ یہ صرف اور صرف آپؐ کا اعزاز واختصاص ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے جن چھ خصوصیات کا ذکر فرمایا، ان میں سے ایک یہ بھی ہے:

''ارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون۔''

(مشکوٰۃ ص۵۱۲ باب فضائل سید المرسلین، مسلم ج۱ ص۱۹۹ کتاب المساجد)

ترجمہ: ''میں تمام مخلوق کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔''

صدقہ کے خواص و برکات

مولانا عبدالواحد

اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے اموال خرچ کرنا اور اپنی حاجت کے ہوتے ہوئے دین کے مصارف کو ترجیح دینا' ایمان کی خاص علامات میں سے ہے۔

جاں نثارانِ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی طور طریقہ رہتا تھا' یہاں تک کہ انفاق فی سبیل اللہ میں وہ مقابلے کیا کرتے تھے، اور اگر دیارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور خانقاہ تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی باہر کا مسافر آ جاتا تھا، تو اکثر صحابہؓ اس کو اپنے پاس مہمان رکھنے کی بھرپور کوشش کرتے تھے اور اس کام کو اپنے لئے بہت بڑا اعزاز سمجھتے تھے' جہاں دین کے اور ارکان کو عملی جامہ پہناتے تھے' وہاں صدقہ و خیرات کو بھی اپنا فریضہ سمجھتے تھے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے صدقہ کی اہمیت اور فوائد پر کئی ارشادات منقول ہیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے:

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے۔''

(جامع ترمذی)

جس طرح دنیا کی مادی چیزوں جڑی بوٹیوں تک کے خواص اور اثرات ہوتے ہیں' اسی طرح انسانوں کے اچھے بُرے اعمال اور اخلاق کے بھی خواص اور اثرات ہیں، جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ ہی معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس حدیث میں صدقہ کی دو خاصیتیں بیان کی گئی ہیں: ایک یہ کہ اگر بندے کی کسی بڑی لغزش اور معصیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غیض و غضب اس کی طرف متوجہ ہو تو صدقہ اس غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور اس کی وجہ سے بندہ بجائے اللہ کے غضب اور ناراضی کے اس کی رضا اور رحمت کا مستحق بن جاتا ہے۔ صدقہ دینے سے بہت ساری مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔

دوسری خاصیت یہ ہے کہ صدقہ بُری موت سے آدمی کو بچاتا ہے یعنی صدقہ کی تاثیر اور برکت سے اس کا خاتمہ بالخیر اور اچھی حالت پر ہوتا ہے اور جس موت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے یعنی بُری موت' اس سے بچاؤ ہو جاتا ہے۔

بندہ کی تمام پریشانیوں کو حل کرنے کا سبب بھی صدقہ ہوتا ہے۔ صدقہ دینے سے بندہ اللہ کا مقرب بن جاتا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے:

''قیامت کے دن مومن پر اس کے صدقہ کا سایہ ہوگا۔'' (رواہ احمد)

احادیثِ طیبہ میں بہت سے اعمال کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن یہ اعمال سایہ کا ذریعہ بن جائیں گے' اور مذکورہ بالا حدیث میں صدقہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ قیامت کے دن اس کی برکت اور تاثیر یہ ظاہر ہوگا کہ جب ہر نفس: ''نفسی نفسی'' کی رٹ لگا رہا ہوگا اور ہر کسی کو اپنی جان کی پڑی ہوگی' ایسے ہولناک اور دہشت ناک دن میں صدقہ دینے والے پر اپنا دیا ہوا صدقہ سایہ کرے گا اور اس کے لئے ڈھال کا کام دے گا۔ اللہ اپنے فضل سے سب کو یہ سایہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

☆☆............☆☆

اقوالِ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

☆......تعجب ہے اس پر جو موت کو حق جانتا ہے اور پھر ہنستا ہے۔

☆......تعجب ہے اس پر جو دنیا کو فانی جانتا ہے اور پھر اس کی رغبت رکھتا ہے۔

☆......تعجب اس پر جو تقدیر کو پہچانتا ہے اور پھر جانے والی چیز کا غم کرتا ہے۔

☆......تعجب ہے اس پر جو حساب کو حق جانتا ہے اور پھر مال جمع کرتا ہے۔

☆......تعجب ہے اس پر جو دوزخ کو حق جانتا ہے اور پھر گناہ کرتا ہے۔

☆......تعجب ہے اس پر جو اللہ تعالیٰ کو حق جانتا ہے اور پھر غیروں کا ذکر اور ان پر بھروسا کرتا ہے۔

☆......تعجب ہے اس پر جو جنت پر ایمان رکھتا ہے اور پھر دنیا کے ساتھ آرام پکڑتا ہے۔

☆......تعجب ہے اس پر جو شیطان کو دشمن جانتا ہے اور پھر اس کی اطاعت کرتا ہے۔

مرزا قادیانی کا اخلاقی رخ

مولانا محمد اقبال

کسی آدمی کا شادی کے لئے کسی لڑکی کا انتخاب کرنا اور اس کے لئے پیغام دینا کوئی معیوب بات نہیں‘ لیکن ایک پچاس سالہ بوڑھے کا ایک کم سن بچی پر نظر کر کے اس کی طلب وہوس میں دن رات تڑپنا کسی شریف آدمی کا کام نہیں۔ پھر یہ مسئلہ اس وقت اور بھی شدید ہوجاتا ہے جب اس لڑکی کا والد کسی مجبوری میں اس شخص کے پاس آئے اور وہ اس شخص کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اس لڑکی کو پانے کی کوشش کرے اور انکار پر طرح طرح کے لالچ اور انعام کے وعدے کرے اور پھر موت کی دھمکیوں پر اتر آئے۔ یہ پرلے درجے کی بداخلاقی اور غنڈہ گردی سمجھی جاتی ہے اور معاشرہ ایسے شخص کو بے حیاء اور بدمعاش کہتا ہے‘ پھر یہ بات اس وقت اور بھی سنگین ہوجاتی ہے جب اس قسم کی اوچھی حرکتیں کرنے والا شخص مامور من اللہ ہونے کا مدعی ہو اور اپنے آپ کو خدا کے نبی کے روپ میں پیش کررہا ہو۔

خدا تعالیٰ کے محبوبین اور مقبولین اخلاق و کردار کی اس بلندی پر فائز ہوتے ہیں‘ جس پر خدا کے معصوم فرشتوں کو بھی رشک آتا ہے۔ مخالفین ان کے دعوے کی تکذیب تو کرتے ہیں‘ لیکن کبھی ان کا اخلاق زیر بحث نہیں آتا۔ شدید ترین مخالفین بھی اللہ کے محبوبین کے اعلیٰ اخلاق وکردار کو تسلیم کرتے ہیں اور انہیں صادق و امین اور عفیف مانے بغیر انہیں بھی چارہ نہیں ہوتا۔

اس کے مقابلہ میں جو لوگ خدا کے نام پر جھوٹی آواز لگاتے ہیں‘ اور افتراء علی اللہ اور افتراء علی الرسول کے مجرم ہوتے ہیں‘ وہ اخلاق و کردار کے اعتبار سے اس قدر گرے ہوئے ہوتے ہیں کہ کوئی بھی مہذب معاشرہ ایسے آدمی کو شریف کہنا گوارا نہیں کرتا۔ وہ اوّل مرحلے پر ہی اپنے آپ کو اس قدر ننگا کردیتے ہیں کہ معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا انسان بھی یہ کہنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ جو شخص اس قدر بداخلاق اور بدکردار ہو، وہ مامور من اللہ تو کجا؟ ایک شریف انسان کہلانے کے بھی قابل نہیں۔ جب ایک فراڈی آدمی کو کوئی شخص صالح اور پرہیزگار نہیں کہہ سکتا، تو ایک بدکردار آدمی کو مامور من اللہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ مولانا رومیؒ نے ایسے ہی فراڈی قسم کے لوگوں کے بارے میں کہا تھا:

’’گرولی ایں است لعنت برایں ولی‘‘

قادیان کے مرزا غلام احمد قادیانی کو قادیانی لوگ خدا کا نبی اور اس کا مامور مانتے ہیں اور مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ اس پر ایمان لاؤ گے تو جنت میں جاؤ گے اور اسے نہ ماننے والا حرام زادہ ہے۔ اہل اسلام تو سرے سے ہی اسے پرلے درجے کا جھوٹا سمجھتے ہیں اور اس کے دعویٰ کی بنا پر اسے اسلام سے خارج جانتے ہیں‘ لیکن جو لوگ اسے مانتے ہیں انہیں غور کرنا چاہئے کہ انہوں نے کس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا ہے؟ اگر قادیانی عوام علمی بحثوں کو علماء تک محدود رکھیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کو اخلاق و کردار اور اس کے کریکٹر کے آئینہ میں دیکھیں، تو ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ! انہیں سیدھا راستہ پانے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی اور وہ بڑی سے بڑی قربانی دے کر بھی قادیانیت کا طوق اپنے گلے سے اتار پھینکیں گے۔ آج کی مجلس میں ہم بتائیں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی بداخلاقی کی کس سطح پر پہنچ چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ قادیانی عوام کو سمجھنے کی توفیق دے۔ آمین۔

ایک مرتبہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نظر ایک کم سن لڑکی پر پڑی جو اس کے دل کو بھاگئی۔ تحقیق کرنے پر اسے پتا چلا کہ یہ اس کے ایک قریبی رشتہ دار کی بچی ہے۔ انہی دنوں اس بچی کے والد کو کسی ضروری کام کے سلسلے میں مرزا غلام احمد قادیانی کے پاس آنا پڑا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے مختلف بہانوں کے ذریعہ اسے ٹالنے کا ناٹک کھیلا، مگر جب وہ کسی طرح بھی نہ ٹلا، تو مرزا قادیانی نے کہا کہ میں ایک شرط پر تمہارا یہ کام کرنے کے لئے تیار ہوں‘ وہ شرط کیا تھی؟ اسے پڑھئے:

> ’’خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ کو یہ الہام ہوا ہے کہ تمہارا یہ کام اسی شرط پر ہوسکتا ہے کہ اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کردو۔‘‘
>
> (آئینہ کمالات اسلام ص:۲۸۰)

یہ شخص احمد بیگ تھا اور اس کی بچی محمدی بیگم تھی۔ احمد بیگ نے جب مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ بات سنی تو اس کے ہوش اُڑ گئے کہ ایک ایسا شخص جو مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے' ایک کام کے لئے میری کم سن بچی مانگ رہا ہے۔ چنانچہ اس نے مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ شرط ماننے سے انکار کر دیا اور بغیر کام کرائے واپس چلا آیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے احمد بیگ کو مختلف ذرائع سے سمجھانے اور منانے کی کوشش کی' مگر غیرت مند باپ کسی طرح بھی اپنی بچی کا نکاح مرزا غلام احمد قادیانی سے کرنے کے لئے تیار نہ ہوا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس بچی کو پانے کے لئے خدا کی وحی آنے کی خبر دی اور احمد بیگ کے خاندان کو رحمتوں اور برکتوں کے ملنے کی خوشخبری دی' چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

''اس خدائے قادر مطلق نے مجھے فرمایا ہے کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک و مروّت تم سے اسی شرط پر کیا جائے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰/فروری ۱۸۸۰ء میں درج ہیں۔''

(سیرت المہدی،ص:۱۱۵ج:۱)

مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ بھی لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ:''احمد بیگ کی دختر کلاں محمدی بیگم کے لئے ان سے تحریک کر' اگر انہوں نے مان لیا تو یہ ان کے لئے رحمت کا ایک نشان ہوگا اور یہ خدا کی طرف سے بے شمار رحمت و برکت پائیں گے۔'' (ایضاً ص:۱۹۵)

احمد بیگ نے ان تمام برکتوں اور رحمتوں کو ٹھکرا دیا جو اس نکاح کے نام پر اسے دی جا رہی تھیں' اسے یقین تھا کہ یہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نفسانی خواہشات ہیں جسے وہ خدا کے نام پر پیش کر رہا ہے۔ چنانچہ اس نے مرزا غلام احمد قادیانی کی بات ماننے سے کھلے عام انکار کر دیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے رشتہ داروں کو خطوط لکھے اور انہیں مجبور کیا کہ احمد بیگ کو اس نکاح کے لئے تیار کیا جائے اور خود احمد بیگ کو ۲۰/فروری ۱۸۸۸ء کو ایک لالچ بھرا خط لکھا کہ اگر تم نے اپنی بچی کا نکاح میرے ساتھ کر دیا تو میں نہ صرف ان کاغذات پر دستخط کرنے کے لئے تیار ہوں بلکہ تمہیں جائیداد بھی ملے گی اور تمہارے لڑکے کو پولیس کی ملازمت بھی دلا دوں گا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خط کا یہ حصہ ملاحظہ فرمائیے:

''میں اپنی طرف سے تو صرف یہی عرض کرتا ہوں کہ میں آپ کا ہمیشہ ادب ولحاظ رکھتا ہوں اور آپ کو ایک دین دار اور ایمان دار بزرگ تصور کرتا ہوں اور ہبہ نامہ پر جب لکھو حاضر ہو کر دستخط کر جاؤں اور اس کے علاوہ میری املاک خدا کی اور آپ کی ہے اور میں نے عزیزی محمد بیگ (احمد بیگ کے لڑکے) کے لئے پولیس میں بھرتی کرانے کی اور عہدہ دلانے کی خاص کوشش و سفارش کر لی ہے تاکہ وہ کام میں لگ جاوے اور اس کا رشتہ میں نے ایک بہت امیر آدمی جو میرے عقیدت مندوں میں ہے' تقریباً کر دیا ہے۔

غلام احمد

لدھیانہ اقبال گنج

۲۰/فروری ۱۸۸۸ء''

(منقول از نوشتہ غیب ص:۱۰۰)

مرزا غلام احمد قادیانی نے احمد بیگ سے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ:

''میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی لڑکی کو اپنی زمین اور مملوکات کا ایک تہائی حصہ دوں گا' اور میں سچ کہتا ہوں کہ اس میں سے جو کچھ مانگیں گے، میں آپ کو دوں گا۔'' (آئینہ کمالات مشمولہ روحانی خزائن ص:۵۷۲ ج:۵)

مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ تحریر بھی دیکھیں جو وہ خدا کے نام پر پیش کر رہا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی فرمائی کہ اس شخص کی بڑی لڑکی کے نکاح کے لئے درخواست کر اور کہہ دے کہ مجھے اس زمین کے ہبہ کرنے کا حکم مل گیا ہے' جس کے تم خواہشمند ہو، بلکہ اس کے ساتھ اور زمین بھی دی جائے گی اور دیگر مزید احسانات تم پر کئے جائیں گے، بشرطیکہ تم اپنی لڑکی کا مجھ سے نکاح کر دو۔'' (ایضاً ص:۵۷۲)

احمد بیگ نے مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ پیشکش بھی ٹھکرا دی۔ مرزا غلام احمد پھر بھی باز نہ آیا' چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے التجاؤں کے خطوط لکھے اور کہا کہ اب جب کہ عوام میں یہ بات پھیل گئی ہے کہ خدا کی طرف سے اس رشتہ کا حکم ہے' اس لئے اس میں کوئی تاخیر نہ ہونی چاہئے' اس نے احمد بیگ کے نام ۱۷/جولائی ۱۸۹۲ء کو یہ خط لکھا:

''آپ کو شاید معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیشگوئی اس عاجز کی ہزارہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ آدمی سے زیادہ ہوگا کہ جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ایک جہاں کی

اس طرف نظر لگی ہوئی ہے۔ یہ عاجز آپ سے ملتمس ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے لئے معاون بنیں تاکہ خداتعالیٰ کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔“ (منقول از رسالہ کلمۃ الفصل ربانی ص:۱۲۳)

احمد بیگ جانتا تھا کہ یہ مرزا غلام احمد قادیانی کا جھوٹ ہے کہ خدا نے اسے اس نکاح کے لئے کہا ہے۔ اس نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کوئی التجا نہ سنی پھر مرزا غلام احمد قادیانی نے احمد بیگ کو خدا کے عذاب کی دھمکیاں بھی سنائیں احمد بیگ اسے بھی کسی خاطر میں نہ لایا اور اپنی بچی کو ایک دائم المریض اور مراقی کو دینے کے لئے ہرگز راضی نہ ہوا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کو معلوم ہوا کہ محمدی بیگم کا ایک ماموں ہے جو بہت بااثر ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے منصوبہ بنایا کہ اسے رشوت دے کر یہ رشتہ حاصل کیا جائے۔ مرزا بشیر احمد لکھتا ہے کہ:

”محمدی بیگم کے نکاح کا عقدہ زیادہ تر اسی شخص کے ہاتھ میں تھا اس لئے حضرت صاحب (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) نے اس سے کچھ انعام کا وعدہ بھی کرلیا تھا۔“ (سیرت المہدی ص۱۹۳ ج۱)

مرزا غلام احمد قادیانی جب ہر طرف سے ناکام ہوا تو اس نے احمد بیگ کو منوانے کے لئے انتہائی گھناؤنا اور شرمناک طریقہ اختیار کیا مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے فضل احمد کی شادی مرزا شیر علی کی لڑکی سے ہوئی تھی اور مرزا شیر علی کی بیوی (فضل احمد کی ساس) احمد بیگ کی بہن تھی۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے مرزا شیر علی اور اس کی بیوی (احمد بیگ کی بہن) کو مسلسل خطوط لکھے اور ان دونوں کو اس نکاح کے حصول میں مدد کرنے کے لئے کہا اور انہیں دھمکی دی کہ اگر احمد بیگ نے اپنی بچی کی شادی مرزا غلام احمد قادیانی سے نہ کی تو وہ اپنے بیٹے فضل احمد سے کہے گا کہ وہ اپنی بیوی (احمد بیگ کی بھانجی، جو مرزا غلام احمد قادیانی کی بہو تھی) کو طلاق دے دے۔ مرزا غلام احمد نے لدھیانہ سے ۲/مئی ۱۸۹۱ء کو جو خط لکھا اس خط کا یہ حصہ پڑھئے:

”فضل احمد بھی آپ کی لڑکی کو اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔ فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دے دے گا۔ اگر وہ طلاق نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لاوارث کردوں گا۔ آپ اس وقت کو سنبھال لیں۔“ (کلمۃ الفصل ربانی ص:۱۲۶)

پھر ۴/مئی ۱۸۹۱ء کو مرزا غلام احمد قادیانی نے احمد بیگ کی بہن (محمدی بیگم کی ممانی اور فضل احمد کی ساس) کے نام بھی دھمکی آمیز خط لکھا۔ اس خط کا یہ حصہ ملاحظہ فرمائیے:

”اپنے بھائی احمد بیگ کو جس طرح بھی تم سمجھا سکتی ہو اس کو سمجھا دو اور اگر ایسا نہ ہوگا تو آج میں نے مولوی نورالدین (میرے بیٹے) فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد عزت بی بی کے لئے طلاق نامہ لکھ دے اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے سے گریز کرے یا عذر کرے تو اس کو عاق کیا جاوے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جاوے اور ایک پیسہ اس کو وراثت کا نہ ملے۔ اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کردوں گا اور پھر وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پاسکتا اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھالو تو آپ کے لئے بہتر ہوگا۔“

(منقول از نوشتہ غیب ص ۱۲۸)

مرزا شیر علی نے مرزا غلام احمد قادیانی کے دھمکی آمیز خط کا جواب دو دن کے اندر دے دیا۔ مرزا شیر علی کا خط دیکھئے اس سے آپ کو مرزا غلام احمد قادیانی کو سمجھنے میں بہت حد تک مدد ملے گی مرزا شیر علی لکھتے ہیں:

”گرامی نامہ پہنچا آپ جو کچھ بھی تصور کریں، آپ کی مہربانی ہے۔ ہاں مسلمان ضرور ہوں مگر آپ کی خود ساختہ نبوت کا قائل نہیں ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے سلف صالحین کے طریقے پر ہی رکھے اور اسی پر میرا خاتمہ بالخیر کرے۔ احمد بیگ کے متعلق میں کر ہی کیا سکتا ہوں؟ وہ ایک سیدھا سادہ مسلمان آدمی ہے جو کچھ ہوا آپ کی طرف ہی سے ہوا نہ آپ فضول ایمان گنواتے اور الہام بیان کرتے اور نہ مرنے کی دھمکیاں دیتے اور نہ وہ کنارہ کش ہوتا۔ آپ خیال کریں کہ اگر آپ کی جگہ احمد بیگ ہوا اور احمد بیگ کی جگہ آپ ہوں تو خدا لگتی کہنا کہ تم کن کن باتوں کا خیال کرکے رشتہ دو گے؟ اگر احمد بیگ سوال کرتا اور وہ مجمع الامراض ہونے کے علاوہ پچاس سال سے زیادہ عمر کا ہوتا اور اس پر وہ مسیلمہ کذاب کے کان کتر چکا ہوتا تو کیا آپ رشتہ دیتے؟ آپ کو خط لکھتے وقت یوں آپے سے باہر نہیں ہونا چاہئے لڑکیاں سب ہی کے گھروں میں ہیں کچھ حرج نہیں اگر آپ طلاق دلوائیں گے تو یہ

بھی ایک ’’پیغمبری‘‘ کی نئی سنت دنیا پر قائم کر کے بدنامی کا سیاہ داغ مول لیں گے۔ باقی روٹی تو خدا اس کو بھی کہیں سے دے ہی دے گا‘ تر نہ سہی خشک سہی‘ مگر وہ خشک بہتر ہے جو پسینہ کی کمائی سے پیدا کی جاتی ہے۔ میری بیوی کا کیا حق ہے کہ وہ اپنی بیٹی (مرزا غلام احمد قادیانی کی بہو، جسے وہ اپنے لڑکے سے طلاق دلوانے کی مسلسل دھمکیاں دیتا رہا ہے) کے لئے اپنے بھائی کی لڑکی کو ایک دائم المریض آدمی کو جو مراق سے خدائی تک پہنچ چکا ہو‘ (دلوانے کے لئے) کس طرح لڑے؟

خاکسار: شیر علی

۴/مئی ۱۸۹۱ء‘‘

مرزا شیر علی کے اس خط میں مرزا غلام احمد قادیانی کی صحیح تصویر کھینچی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ کس سطح کا آدمی ہے‘ نہ صرف یہ کہ اس کی نبوت خود ساختہ ہے، بلکہ وہ اس دعویٰ میں مسیلمہ کذاب کے بھی کان کتر چکا ہے، اور بلیک میلنگ میں بھی اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہ جسمانی بیماریوں کا بھی مجموعہ ہے اور مراقی بھی ہے‘ پھر مرزا شیر علی نے اپنے اس خط کے ذریعہ مرزا غلام احمد قادیانی پر بڑا لطیف طنز کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ اس کی کمائی کے ذرائع کیا ہیں؟

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے سمدھی کو یہ بھی لکھا کہ وہ اپنی بیوی سے کہے کہ وہ اپنے بھائی (احمد بیگ) سے اس معاملہ پر جھگڑا کر کے بھی شادی روک دے اور کسی طرح بھی اسے میرے ساتھ نکاح کے لئے تیار کرے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے شیر علی کے نام ۴/مئی ۱۸۹۱ء کو ایک خط لکھا کہ آپ احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ (وہ محمدی بیگم کا دوسری جگہ نکاح کرنے سے) باز آجائیں اور اپنے گھر کے لوگوں (یعنی بیوی وغیرہ) کو تاکید کریں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیوے، ورنہ مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے! کہ اب ہمیشہ کے لئے یہ تمام رشتے ناتے توڑ دوں گا۔

یہ بھائی بہن کو آپس میں لڑانے کی کوشش کیا کسی شریف آدمی کا کام ہوسکتا ہے؟ سو احمد بیگ اپنی لڑکی کو مرزا غلام احمد قادیانی کے نکاح میں دینے کے لئے کسی طرح تیار نہ تھا‘ ادھر مرزا غلام احمد قادیانی چاہتا تھا کہ ہر قیمت پر اسے احمد بیگ کی بچی مل جائے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے آخر کار اپنے بیٹے فضل احمد کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ اس نے بادل نخواستہ اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی پہلی بیوی اور اس کے بیٹے سلطان احمد نے مرزا غلام احمد قادیانی کا ساتھ نہ دیا۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی بیوی کو بھی طلاق دے دی اور اپنے بیٹے سلطان احمد کو بھی اپنی وراثت سے محروم کر دیا‘ یہ اپنی بیوی پر سراسر ظلم اور اپنے بیٹے سے کھلی زیادتی ہے‘ کیا ایسا آدمی شریف کہلانے کے لائق ہے؟ یہ بات قادیانیوں کے سوچنے کی ہے؟

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس رشتہ کے لئے پھر اپنے رشتہ داروں کو خطوط لکھے اور انہیں بھی کہا کہ احمد بیگ کو اس نکاح کے لئے تیار کرو۔ مرزا بشیر احمد لکھتا ہے کہ:

’’حضرت (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) نے اس رشتہ کی کوشش میں اپنے بعض رشتہ داروں کو خطوط لکھے اور اس کے لئے بڑی جدوجہد کی۔‘‘

(سیرت المہدی ص:۲۰۵ ج:۱)

مرزا غلام احمد قادیانی سے کہا گیا کہ جب یہ خدا کی بات ہے تو اس میں اتنا شور و غل کیوں کرتے ہو؟ اور اس کے لئے ظلم و زیادتی کہاں جائز ہے؟ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کا جواب یہ دیا کہ:

’’اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پیش گوئی کی جائے تو اسے بغیر کسی فتنہ اور ناجائز طریق کے اپنے ہاتھ سے پورا کرنا نہ صرف جائز بلکہ مسنون ہے۔‘‘ (حقیقت الوحی ص:۱۹۱ روحانی خزائن ج۲۲ ص۱۹۸)

مرزا بشیر احمد لکھتا ہے کہ:

’’کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے باوجود خدائی وعدوں کے اپنی پیشگوئیوں کو پورا کرنے کے لئے ہر جائز طریق پر کوشش نہ کی ہو۔‘‘ (سیرت المہدی ص:۱۹۳ ج:۱)

مرزا غلام احمد قادیانی کی اس بات میں کوئی وزن نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر جب کوئی پیش گوئی کرتا ہے تو حالات خود بخود اس کے مطابق ہوتے چلے جاتے ہیں اور پیغمبر کی‘ کی ہوئی پیش گوئی پوری ہوجاتی ہے۔ مگر یہاں معاملہ عجیب ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے احمد بیگ کی بچی سے نکاح کو خدا کی بات بتلایا۔ اب ضروری تھا کہ وہ اس وقت تک انتظار کرتا جب خدا اپنی بات پوری کر دکھاتا، مگر چونکہ یہ بات خدا کی طرف سے نہیں تھی‘ بلکہ مرزا قادیانی کی اپنی خانہ ساز تھی‘ اس لئے اس نے سب سے پہلے احمد بیگ کو بلیک میل کیا کہ وہ اس کے قانونی کاغذات پر اس وقت دستخط کرے گا‘ جب وہ اپنی بچی کا نکاح اس سے کرے گا‘ مرزا غلام احمد قادیانی نے احمد بیگ کو مال کا لالچ دیا‘ جائیداد کی پیشکش کی اور اس کے بیٹے کو محکمہ پولیس میں ملازمت دلوانے کی پیشکش کی‘ اس نکاح کے لئے رشتہ داروں کے ذریعہ احمد بیگ پر دباؤ

ڈالا' مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے بیٹے کو مجبور کیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے' یہ عورت احمد بیگ کی عزیزہ تھی' مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور اپنے بیٹے کو وراثت سے محروم کیا' کیونکہ وہ اس بات کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کا ساتھ نہ دیتے تھے۔ آپ ہی بتائیں کہ کیا یہ کرتوت کسی شریف آدمی کے ہوا کرتے ہیں؟

محمدی بیگم کے والد احمد بیگ نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کوئی بات نہ مانی اور اپنی لڑکی کا رشتہ سلطان محمد نامی شخص کے ساتھ کر دیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو جب اس بات کی اطلاع ہوئی تو وہ آپے سے باہر ہو گیا اور اس نے کہا کہ چونکہ یہ رشتہ خدا نے میرے ساتھ کر دیا ہے' اس لئے کسی دوسرے کو اس بات کی ہرگز اجازت نہیں کہ وہ میری آسمانی منکوحہ سے رشتہ کرے' اب جو شخص بھی محمدی بیگم سے شادی کرے گا' خدا کی غیرت جوش میں آئے گی اور خدا تعالیٰ ڈھائی سال کے اندر اسے مار ڈالے گا اور اس کے باپ کی بھی خیر نہ ہوگی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا ۱۰/ جولائی ۱۸۸۸ء کا شائع کردہ ایک اشتہار سامنے رکھیں' اس اشتہار میں اس نے لکھا:

''اگر (احمد بیگ نے) اس نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام بہت بُرا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا (یعنی احمد بیگ) تین سال تک فوت ہو جائے گا اور ان کے گھر میں تفرقہ اور مصیبتیں پڑیں گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کئی غم کے امر پیش آئیں گے۔''

(مجموعہ اشتہارات ص:۱۵۸ ج:۱)

''خدا نے مجھے بتلایا ہے کہ اگر کسی اور شخص سے اس لڑکی کا نکاح ہوگا تو نہ اس لڑکی کے لئے مبارک ہوگا اور نہ تمہارے لئے' ایسی صورت میں تم پر مصائب نازل ہوں گے جن کا نتیجہ موت ہوگا' تم تین سال کے اندر مر جاؤ گے اور ایسا ہی اس لڑکی کا شوہر بھی اڑھائی سال کے اندر مر جائے گا' یہ اللہ کا حکم ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام مشمولہ روحانی خزائن ص:۵۷۳ ج:۵)

مرزا غلام احمد قادیانی نے بذریعہ وحی یہ خبر دی کہ اگر محمدی بیگم کا نکاح کہیں اور ہوا تو اس گھر میں تفرقہ اور مصیبتیں آئیں گی۔ محمدی بیگم کا نکاح ہوا' اب دیکھئے تفرقہ اور مصیبتیں کس گھر پر آئیں؟

۱:...... مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے فضل احمد کا گھر برباد ہوا' یہاں تفرقہ پڑا اور اس نے باپ کے کہنے پر بیوی کو طلاق دے دی۔

۲:...... مرزا غلام احمد قادیانی کے اپنے بیٹے سلطان احمد اور فضل احمد محروم الارث ہوئے اور انہیں عاق کیا گیا۔

۳:...... مرزا غلام احمد نے فضل احمد اور سلطان احمد دونوں کی والدہ کو طلاق دے دی اور وہ بے گھر ہو گئیں۔

اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ تفرقہ کا یہ عذاب محترمہ محمدی بیگم کے گھر آیا یا مرزا غلام احمد قادیانی کا گھرانا اس عذاب کی لپیٹ میں آیا؟

احمد بیگ نے مرزا غلام احمد قادیانی کی ان دھمکیوں کی بھی کوئی پروا نہ کی اور اپنی بیٹی کا نکاح ۷/ اپریل ۱۸۹۲ء کو بڑی دھوم دھام سے سلطان محمد سے کر دیا۔ ادھر مرزا غلام احمد کے گھر میں ماتم برپا تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے قریبی دوست تو بخوبی جانتے تھے کہ مرزا قادیانی نے خدا کے نام پر جتنی باتیں کہی ہیں' ان کی کوئی حقیقت نہیں' یہ سب مرزا غلام احمد قادیانی کے اپنے نفس کی خباثت ہے' جسے وہ خدا کے نام پر پیش کر رہا ہے' لیکن قادیان کے نادان عوام کو کس طرح سمجھایا جاتا کہ ان کے نبی کی آسمانی منکوحہ کسی اور کے نکاح میں دی جا چکی ہے اور خدا کے فیصلے غالب آ چکے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اپنی آسمانی منکوحہ کو سلطان محمد سے چھین سکے اور نہ اس کے کسی مرید میں یہ جرأت تھی کہ وہ اپنے نبی کی آسمانی بیوی کو کسی غیر کی منکوحہ ہونے سے روک سکے۔ مرزا غلام احمد قادیانی ذلت و حسرت کی تصویر بنا اپنی آسمانی منکوحہ کی رخصتی پر آنسو بہاتا رہا اور دانت پیستا رہا' اور اس کے مریدوں کے منہ پر ان لی بے بسی اور شرمندگی صاف دکھائی دے رہی تھی۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس نازک صورتحال کو دیکھتے ہوئے اعلان کیا کہ اسے خدا نے وحی کی ہے کہ اس بارے میں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' یہ صحیح ہے کہ خدا نے اس کا نکاح آسمان پر تمہارے ساتھ ہی پڑھایا ہے (زوجناکھا۔ انجام آتھم ص:۶۰) وہ تمہاری ہی منکوحہ ہے' اب اس دنیا میں اگر کوئی اسے اپنی منکوحہ بنا چکا ہے تو یہ اس کی عارضی منکوحہ ہوگی' یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خدا اسے مرزا غلام احمد قادیانی کی منکوحہ بنائے اور کوئی دوسرا اسے لے اڑے' سو وقت آئے گا کہ اس آسمانی منکوحہ کا عارضی شوہر مرے گا اور خدا پھر اسے تمہارے پاس ہی لے آئے گا۔

چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے پوری ڈھٹائی کے ساتھ یہ اعلان کیا اور اشتہاروں پر اشتہار شائع کئے تاکہ اس کی جماعت سے نکلنے والے قادیانی واپس آ جائیں

اور اسے اپنی آمدنی سے حصہ برابر دیتے رہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے خدا کے نام سے یہ اعلان کیا:

''خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ (احمد بیگ) کی دختر کلاں (محمدی بیگم) کو ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا۔'' (مجموعہ اشتہارات ص:۱۵۸ ج:۱)

نوٹ: یہ اشتہار ۱۰/ جولائی ۱۸۸۸ء کا ہے' اس سے پہلے ۲۰/ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں بھی مرزا غلام احمد قادیانی یہ لکھ چکا تھا:

''آخر وہ عورت اس عاجز کی بیویوں میں داخل ہوگی۔''

(مجموعہ اشتہارات ص ۱۰۲ ج:۱)

مرزا غلام احمد قادیانی نے ۲/ مئی ۱۸۹۱ء کو پھر ایک اشتہار شائع کیا' اس میں لکھا:

''اس عاجز نے بحکم والہام الٰہی یہ اشتہار دیا تھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہی مقدر اور قرار یافتہ ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی' خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں آجائے اور یا خدا تعالیٰ بیوہ کرکے اس کو میری طرف لے آوے۔'' (مجموعہ اشتہارات ص:۲۱۹ ج ا)

قادیانیوں کو مرزا غلام احمد قادیانی کی بات پر یقین نہیں آرہا تھا' وہ جاننا چاہتے تھے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا خدا واقعی سچ بول رہا ہے؟ ۲۷/ ستمبر ۱۸۹۱ء کو مرزا غلام احمد قادیانی نے خدا کے نام پر یہ اعلان کیا کہ خدا نے کہا ہے کہ:

''تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ بات سچ ہے؟ کہہ: ہاں مجھے اپنے رب کی قسم ہے یہ سچ ہے اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے نہیں روک سکتے' ہم نے خود اس سے تیرا عقد باندھ دیا ہے' میری باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔''

(مجموعہ اشتہارات ص:۳۰۱ ج:۱)

مرزا غلام احمد قادیانی جہاں یہ دیکھتا کہ اس کے اپنے لوگ اس کی بات پر اعتبار نہیں کر رہے ہیں اور آہستہ آہستہ اس کی جماعت کو چھوڑ رہے ہیں تو وہ فوراً خدا کے نام سے ایک اعلان سنا دیتا۔ چنانچہ ۶/ ستمبر ۱۸۹۴ء کو اس نے پھر ایک اشتہار شائع کیا اور لکھا کہ:

''خدا اس کو پھر تیری طرف لائے گا یعنی آخر وہ تیرے نکاح میں آئے گی' اور خدا سب روکیں درمیان سے اٹھا دے گا' خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔''

(مجموعہ اشتہارات ص:۱۴ ج:۲)

''انہی دنوں کسی نے مرزا غلام احمد قادیانی سے مذاق میں کہہ دیا کہ آپ کی آسمانی منکوحہ زندہ نہیں رہی' اس لئے اب تو امید چھوڑ دیجئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ مذاق مت کرو' مجھے معلوم ہے کہ وہ عورت زندہ ہے اور آخر کار یہ میری ہوکر رہے گی۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے ضلع گورداسپور کی عدالت میں جو حلفیہ بیان دیا ہے' اس میں بھی اس کی جھلک پائی جاتی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ وہ عورت زندہ ہے' وہ میرے نکاح میں ضرور آئے گی' یہ خدا کی باتیں ہیں' ٹلتی نہیں ہوکر رہیں گی۔''

(بیان از منظور الٰہی قادیانی ص:۲۴۵)

جوں جوں محمدی بیگم کی شادی کے دن بڑھتے جارہے تھے' مرزا غلام احمد قادیانی کی پریشانی بھی دن بدن بڑھ رہی تھی' اس کے مرید اس سے بدظن ہو رہے تھے' مگر مرزا غلام احمد قادیانی' محمدی بیگم کی محبت اور اس کی طلب میں اس قدر دیوانہ ہوگیا تھا کہ اسے کسی بات کا ہوش نہ تھا' جب کبھی اس مسئلہ کا تذکرہ ہوتا تو مرزا غلام احمد قادیانی فوراً کہہ دیتا کہ اسے خدا نے بتادیا ہے کہ یہ عورت آخر کار اس کی ہوکر رہے گی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ بیان دیکھئے:

''میں نے بڑی عاجزی کے ساتھ خدا سے دعا کی' تو اس نے مجھے الہام کیا کہ۔ وہ بیوہ کی جائے گی اور پھر اس کو ہم تیری طرف لائیں گے اور کوئی اس کو روک نہ سکے گا۔'' (کرامات الصادقین مشمولہ روحانی خزائن ص:۱۶۲ ج:۷)

مرزا غلام احمد قادیانی کی مذکورہ تصریحات اور پھر اس کی تشریحات سے یہ بات واضح ہے کہ محترمہ محمدی بیگم کی شادی ہوجانے کے باوجود مرزا غلام احمد قادیانی نے اس خاتون کی آبرو کا کوئی خیال نہیں کیا اور سالہا سال تک ایک نامحرم خاتون کی عزت کو اچھالنے کا مشغلہ جاری رکھا۔ آپ ہی بتائیں کہ کیا مرزا غلام احمد قادیانی کو اس کی اجازت تھی کہ وہ کسی کی منکوحہ کے بارے میں بار بار یہ اشتہار شائع کرے کہ وہ میری بیوی بنے گی' میرے گھر آئے گی' اس کا شوہر مرے گا' وہ میری ہی منکوحہ ہے' کچھ ہی ہوجائے اسے میرے ہی پاس آنا ہے۔ ہر شریف آدمی اس قسم کی باتیں کرنے والے شخص کو بڑا بے شرم آدمی کہتا ہے مگر افسوس! کہ قادیانیوں نے اسے خدا کے نبی کا درجہ دے رکھا ہے۔ چہ نسبت ناپاک را بعالم پاک۔

☆☆.........☆☆

بمقام

جامع مسجد ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر

کورس ردقادیانیت وعیسائیت

نامور علماء ◉ مناظرین وماہرین فن لیکچر دیں گے ان شاء اللہ

زیر سرپرستی
مخدوم المشائخ خواجہ خواجگان حضرت اقدس مولانا **خان محمد** صاحب دامت برکاتہم
مخدوم العلماء پیر طریقت حضرت قبلہ **شاہ نفیس الحسینی** صاحب دامت برکاتہم

بتاریخ
یکم تا ۲۵ شعبان ۱۴۲۷ھ
26 اگست تا 19 ستمبر 2006ء

- کورس میں شرکت کے لئے کم ازکم ◉ درجہ رابعہ ◉ یا میٹرک پاس ہونا ضروری ہے۔
- شرکاء کورس کو کاغذ، قلم، خوراک، وظیفہ اور کتب ردقادیانیت کا سیٹ دیا جائے گا۔
- کورس کے امتحان میں کامیاب ہونے والوں کو اسناد دی جائیں گی اور بہتر پوزیشن حاصل کرنے والوں کو اضافی کتب دی جائیں گی۔
- کورس میں داخلہ کے لئے سادہ کاغذ پر درخواست ارسال کریں جس میں نام، ولدیت، مکمل پتہ اور تعلیمی سند کی فوٹو کاپی لف ہو۔
- اپنی ضرورت اور موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں۔
- پتہ ترسیل درخواست: دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان فون: 4514122

زیر اہتمام
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ◉ چناب نگر ◉ چنیوٹ ضلع جھنگ
فون: 047-6212611

REGD. NO. SS-160

فرما گئے یہ ہادی لانبی بعدی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام

عظیم الشان 25 ویں سالانہ دو روزہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر

21 22 ستمبر 2006 بروز جمعرات جمعۃ المبارک

بمقام مسلم کالونی چناب نگر

کانفرنس کے چند عنوانات

- توحید باری تعالیٰ
- سیرت خاتم الانبیاء
- مسئلہ ختم نبوت
- حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام
- عظمت صحابہ و اہل بیت
- اتحاد امت
- قادیانیت اور اسلام
- قادیانیت کے عقائد و عزائم
- مرزائیوں کی اسلام دشمنی اوران کی دہشت گردی
- رد قادیانیت اور جہاد

جیسے اہم موضوعات پر علماء، مشائخ، قائدین
دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے

اہل اسلام سے شرکت کی درخواست ہے

کانفرنس کو کامیاب بنانا تمام مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے

زیر سرپرستی

شیخ المشائخ خواجہ خواجگان

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب اقدس مدظلہ العالی

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

سالانہ رد قادیانیت و عیسائیت کورس مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی
چناب نگر میں یکم شعبان تا ۲۵ شعبان منعقد ہوگا (انشاءاللہ)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

مسلم کالونی چناب نگر
تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ

رابطہ
چناب نگر: 047-6212611
ملتان: 061-4514122